حدیث نبوی
اِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ

Rs100

شرم و حیا

مجبوب العلماء والصلحاء
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہم



مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد
+92-041-2618003

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرم و حیا



از افادات محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ناشر

مکتبۃ الفقیر

223 سنت پورہ فیصل آباد



+92-041-2618003

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ اللہ

نام کتاب ———— شرم وحیا

از افادات ———— حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

مرتب ———— فقیر شاہد محمود نقشبندی

ناشر ———— مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

اشاعت اول ———— جولائی 2009ء

اشاعت سوم ———— مئی 2010ء

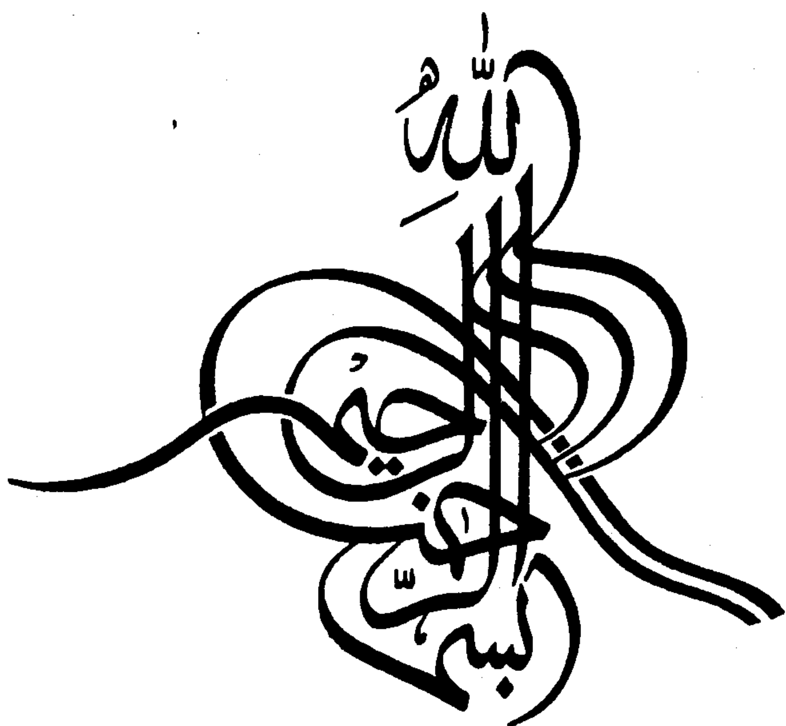
تعداد ———— 1100

کمپیوٹر کمپوزنگ ———— فقیر شاہد محمود نقشبندی

اللہ اللہ اللہ

فہرست

☆☆☆☆☆


بسم الله الرحمن الرحيم



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

دین اسلام کی یہ امتیازی شان ہے کہ اس نے مرد و زن کے باہمی میل جول کے لیے حدود قائم کی ہیں۔ یہ حدود انسان کی عفت و عصمت، عزت و عظمت، وجاہت، شان و شوکت اور پر وقار شخصیت کی محافظ ہیں۔ جو افراد ان کے اندر رہ کر زندگی بسر کرتے ہیں وہ کردار کے اعلیٰ نمونے پیش کرتے ہیں۔ ایسے ہی پاک باز لوگوں کے وجود سے ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایسے باحیا معاشرے کے قیام کے لیے مردوں کو اپنی نظروں کی حفاظت کا الگ حکم دیا ہے اور عورتوں کو الگ حکم دیا ہے...... تاکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ہوس بھری نگاہوں سے دور رہ سکیں۔

جو خواتین یورپ اور مغرب کے معاشرے کے بے رحم تھپیڑوں سے عاجز آ کر حلقہ ء بگوش اسلام ہو جاتی ہیں وہ حجاب کی اعلیٰ ترین صفت سے متصف ہو کر سکھ کا سانس لیتی ہیں۔ کیونکہ وہ اس حقیقت سے آشنا ہو چکی ہوتی ہیں کہ اس مادر پدر آزاد معاشرے میں عورت کی آزادی سوائے ذلت کے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ مزید برآں وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ بے اعتمادی کی فضا عام ہونے کی وجہ سے وہاں ازدواجی زندگی کتنی کٹھن ہو چکی ہے۔...... وہاں عورت گھر تو کسی اور کا بساتی ہے مگر اس کے دل میں کسی اور کا بسیرا ہوتا ہے۔ بلکہ بے غیرتی کا تو یہ عالم ہے کہ میاں بیوی، دونوں آؤٹنگ کے لیے جاتے ہیں اور میاں کسی اور عورت کے ساتھ جنسی روابط اختیار کر رہا ہوتا ہے

اور بیوی، خاوند کے سامنے، کسی اور مرد کے ساتھ وقت گزار رہی ہوتی ہے اور پھر فارغ ہو کر اکٹھے گھر چلے جاتے ہیں۔ یوں مرد و زن کا آزادانہ اختلاط زندگی کا حقیقی مزا بھی چھین لیتا ہے۔

جس طرح کفر خود بے سکونی کی دلدل میں پھنس چکا ہے اسی طرح وہ مسلمانوں کو بھی بے حیائی کی آگ میں جھونک دینا چاہتا ہے۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ آج کفر مسلمانوں کے ہر ہر عضو سے گناہ ہوتا دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مسلمان ملکوں میں بھی وہی کلچر متعارف کروایا جائے جس نے ان کے اپنے ملکوں میں گند مچا رکھا ہے۔ چنانچہ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ بھی گناہ کریں...... پاؤں بھی...... کان بھی...... زبان بھی...... آنکھیں بھی...... ناک بھی...... حتیٰ کہ دل دماغ بھی ...... یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں بھی بے حیائی کا دور دورہ ہے۔ چنانچہ نوجوانوں کو اس معاملے میں راہ نمائی دینے کی انتہائی ضرورت ہے تاکہ وہ بے داغ جوانی گزار سکیں۔

اہلِ علم حضرات نے ہر دور میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو پیش آنے والے فتنوں سے آگاہ کیا ہے۔ چنانچہ زیرِ نظر کتابچہ بھی موجودہ دور کے ایک عظیم فتنے ''بے حیائی'' کے سیلاب کے آگے پل باندھنے کی ایک دردمندانہ کوشش ہے، جو دردِ دل رکھنے والے ایک مردِ قلندر کے دل کی آواز ہے اور اسے الفاظ کی لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔

حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے یہ مواعظ قرآن و حدیث اور اکابرینِ امت کے اقوال کی روشنی میں انتہائی حسین اور دلنشین انداز میں پیش کیے ہیں۔ چنانچہ یہ تشنگانِ علم اور سالکینِ طریقت، دونوں کے لیے یکساں اہمیت اور افادیت کے حامل ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دردِ دل سے نکلنے والے الفاظ اپنے اندر ''پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتے ہیں'' کے مصداق ایسی کشش، نورانیت اور جاذبیت رکھتے

ہیں کہ جو بندہ بھی ان مواعظ کو پڑھتا ہے وہ انہیں حرز جان بنانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔اس طرح وہ نورانیت کی منزل پالیتا ہے۔پھر یہی نورِنسبت اسے تادم آخر نیکی کے راستے پر گامزن رکھتا ہے: ؎

نور ایسا ہے نسبت میں ، رکھتا ہے جو نیکی پر
اس نور سے یا اللہ! اس دل کو بھی عظمت دے

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی طرف سے حضرتِ اقدس دامت برکاتہم العالیہ کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور اسے قارئین کے لیے نافع اور مرتب کے لیے ذریعہ نجات بنادے۔(آمین ثم آمین)

فقیر محمد حنیف نقشبندی
خادم مکتبۃ الفقیر
معہد الفقیر الاسلامی جھنگ

شرم وحیا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

﴿ وَجَاءَتْ اِحْدٰهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَاءٍ○ ﴾(القصص:۲۵)

وَقَالَ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ آخَرَ

﴿ اِنْ اَوْلِيَائُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ﴾ (الانفال:۳۴)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُوْنَ○وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ایک فطری طریقۂ زندگی

دینِ اسلام دینِ فطرت ہے۔ یہ حیا اور پاکدامنی کی زندگی کو پسند کرتا ہے اور بے حیائی اور فحاشی سے منع کرتا ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ

''حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے''

مومن جہاں بھی ہوگا، باحیا ہوگا۔ جہاں آپ بے حیائی دیکھیں گے، سمجھ لیجیے کہ وہاں دین میں اتنی ہی کمی ہے۔ انسانی صفات میں یہ ایک بہترین صفت ہے۔ دین اسلام نے اسے ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا ہے۔ جبکہ کفر کے نزدیک یہ ایک بیماری ہے۔ چنانچہ انگریزی میں کہتے ہیں:

Shyness is sickness. ''شرم ایک بیماری ہے''
کسی بچے میں شرم ہو یا کسی بچی میں شرم ہو تو کافر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بیمار ہے۔ اس لیے وہاں چھوٹے بچوں کو سکول میں یہ کہا جاتا ہے کہ مرد ہو یا عورت تم آنکھوں میں آنکھیں ملا کر بات کرو۔ جبکہ دینِ اسلام نے اسے ایک صفت قرار دیا ہے۔ مگر یہ ذہن میں رکھیں کہ کافر آدمی:

- شراب چھوڑ سکتا ہے۔
- جوا چھوڑ سکتا ہے۔
- سود چھوڑ سکتا ہے۔
- خنزیر کا گوشت کھانا چھوڑ سکتا ہے، لیکن
- وہ بے شرمی کے کام نہیں چھوڑ سکتا۔

موسیقی اور زنا، یہ دو ایسی عادتیں ہیں کہ کافر ان کو چھوڑ ہی نہیں پاتا۔ اس لیے یہ دو تہذیبیں ہیں......آپ نے سنا ہو گا، تہذیبوں کا ٹکراؤ......وہ تہذیبوں کا ٹکراؤ یہی ہے کہ اسلام شرم و حیا والے معاشرے کو بڑھاتا ہے اور کفر عریانی، فحاشی اور بے حیائی والے معاشرے کو بڑھاتا ہے۔ کافر جانتے ہیں کہ مسلمان سب کچھ چھوڑ سکتا ہے، مگر حیا کو نہیں چھوڑ سکتا۔ لہٰذا وہ سمجھتا ہے کہ ان کے ساتھ ہمارا گزارا ہونا ممکن نہیں۔ الحمد للہ! ہمیں اس بات پر خوشی ہے اور طمانیتِ قلب ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ایک ایسے طریقے پر زندگی گزار رہے ہیں جو شرم و حیا والا فطری طریقہ زندگی ہے۔

حیا کی لغوی تحقیق:

لغت کے اعتبار سے حیا کا لفظ مصدر ہے۔ اس کی ماضی حَيِيَ ہے۔ یعنی حروف اصلی ''ح، ی اور ی'' ہیں۔ اس لیے باحیا بندے کو ''رَجُلٌ حَيِيٌّ'' کہتے ہیں۔

انبیائے سابقین اور حیا کی تعلیم:

یہ حیا کی صفت تمام انبیا کے اندر تھی۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ پہلی شریعتوں میں سے جو چیز دینِ اسلام میں بھی نقل کی گئی وہ یہ ہے کہ:

اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

''جب تو بے حیا بن جائے تو جو چاہے کر''

اب ''جو چاہے کر'' کی دو تفصیلیں ہیں:

ایک تفصیل تو یہ ہے کہ یہ تہدید کے طور پر کہا گیا ہے۔ جیسے بندہ غصے میں کوئی بات کہہ دیتا ہے۔ ایک جگہ پر فرمایا:

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ

یہ تہدید کے لیے ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تم کرلو جو کرتے ہو، پھر ہم تمہاری گوشمالی کریں گے۔ دوسری تفصیل یہ ہے کہ

طَرِيْقُ الْمُبَالَغَةِ فِي الذَّمِ

ذم میں مبالغہ کرنا، کہ اچھا! کرو جو تم کرتے ہو۔

حیا کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاحاً حیا، بندے کی ایک ایسی کیفیت ہے جو اس کو عیب والے کام کرنے سے روکتی ہے، چنانچہ

''تَغَيُّرٌ وَّ اِنْكِسَارٌ يَعتَرِیْ الْلِانْسَانَ مِنْ خَوْفِ مَا يُعَابُ بِهٖ ''

''یہ ایسی کیفیت ہے جو بندے پر چھا جاتی ہے اور اسے عیب والا کوئی کام کرنے سے منع کرتی ہے''

یعنی جس کام میں ذلت ہو، رسوائی ہو، شرمندگی ہو، ایسا کام کرنے سے جو

کیفیت بندے کوروک دے، اس کا نام حیا ہے۔

وَقَالَ الْجُرْجَانِيُّ: هُوَ انْقِبَاضُ النَّفْسِ مِنْ شَيْءٍ وَتَرْكُهُ

''اور جرجانی نے کہا کہ وہ نفس کا کسی چیز سے ہٹنا اور اسے چھوڑ دینا ہے''

وَقَالَ الرَّاغِبُ: اَلْحَيَاءُ اِنْقِبَاضُ النَّفْسِ عَنِ الْقَبَائِحِ وَتَرْكُهَا

چنانچہ حیا ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے انسان برے اعمال چھوڑ دیتا ہے۔

حیا......اللہ تعالیٰ کی صفت!!!

لطف اور مزے کی بات یہ ہے کہ حیا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے، چنانچہ

اَلْحَيِّيُّ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

حدیث مبارکہ میں آیا ہے

اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ اِلَيْهِ يَدَيْهِ اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا

''بے شک تمہارا پروردگار بہت حیا والا اور کریم ہے، اسے بندے سے حیا آتی ہے کہ بندہ اس کے سامنے ہاتھ اٹھائے اور وہ بندے کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے''

وَيَسْتَحْيِي اَنْ يُّعَذِّبَ شَيْبَةً شَابَتْ فِي الْاِسْلَامِ

''اور اللہ کو سفید بالوں والے مومن بندے سے بھی حیا آتی ہے کہ اس نے تو زندگی اسلام میں گزار دی اور اب اللہ عذاب دے۔''

یہ اللہ رب العزت کا حیا کرنا، اس کے جود، اس کے کرم اور اس کی عظمت کی وجہ سے ہے۔

حیائے فطری اور حیائے کسبی:

حیا کی دو قسمیں ہیں۔

اَلْحَيَاءُ قِسْمَانِ غَرِيْزِيٌّ وَ مُكْتَسَبٌ

ایک حیا فطری ہوتی ہے۔ بعض لوگوں میں زیادہ حیا ہوتی ہے اور بعض میں کم۔ اور دوسری حیا وہ ہوتی ہے جو انسان خود اپنے اندر بڑھا سکتا ہے۔ یہ ذہن میں رکھیں کہ جتنا انسان گناہ زیادہ کرتا ہے، اتنا ہی اس میں حیا کم ہوتی چلی جاتی ہے۔

حیا کی دس اقسام

ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے حیا کی دس اقسام لکھی ہیں۔

(۱) حَيَاءُ الْجِنَايَةِ:

خطا کی وجہ سے حیا، یعنی بندے سے جب کوئی خطا ہو جائے تو اس پر اسے جو حیا آتی ہے اسے ''حیاء الجنایۃ'' کہتے ہیں۔ جیسے احرام کی حالت میں بندے سے کوئی کمی بیشی ہو جائے تو اس کو جِنَایَتْ کہتے ہیں۔ اس جِنَایَت کی وجہ سے بندے کو حیا آتی ہے۔ اسی طرح جب سیدنا آدم علیہ السلام سے جنت میں بھول ہوئی اور ان کا لباس اتر گیا تو وہ دوڑنے لگے۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

فَمِنْهُ حَيَاءُ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلام لَمَّا فَرَّ هَارِباً فِيْ الْجَنَّةِ

جب وہ بھاگنے لگے،

قال اللّٰه تعالىٰ: اَفِرَرًا مِّنِّي يَا آدَمُ؟

''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! کیا آپ مجھ سے بھاگ رہے ہیں؟''

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا:

لَايَا رَبِّ بَلْ حَيَاءً مِّنْكَ

''اے پروردگار! نہیں، بلکہ مجھے آپ سے حیا آ رہی ہے''

(۲) حَيَاءُ التَّقْصِيْرِ:

کمی کوتاہی کی وجہ سے حیا۔ جیسے قیامت کے دن فرشتے اللہ رب العزت سے اس بات پر حیا کریں گے کہ وہ اللہ کی عبادت ویسے نہیں کر سکے تھے جیسے کرنی چاہیے تھی......

كَحَيَاءِ الْمَلٰئِكَةِ الَّذِيْنَ يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَايَفْتُرُوْنَ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

(۳) حَيَاءُ الْإِجْلَالِ:

عظمت کی وجہ سے حیا۔ جس بندے کے دل میں اللہ رب العزت کی جتنی عظمت ہوگی، اس کے دل میں اللہ رب العزت کی اتنی حیا ہوگی۔

(۴) حَيَاءُ الْكَرَمِ:

کرم کی وجہ سے حیا۔ جیسے سیدہ زینب ﷞ کا ولیمہ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شمولیت کے لیے تشریف لائے اور کھانا کھا کر بیٹھ گئے۔ اس طرح بات لمبی ہوگئی۔ اب اللہ کے حبیب ﷺ چاہتے تھے کہ وہ چلے جائیں، لیکن اس حیا کی وجہ سے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی تھی، آپ ﷺ ان سے کہہ نہ سکے۔

كَحَيَاءِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ دَعَاهُمْ إِلٰى وَلِيْمَةِ زَيْنَبَ وَ طَوَّلُوْا الْجُلُوْسَ عِنْدَهُ فَقَامَ وَاسْتَحْيٰى أَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ: اِنْصَرِفُوْا

چنانچہ اللہ رب العزت کو قرآن مجید کی آیات بھیجنی پڑیں اور بتانا پڑا کہ:

﴿ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا ﴾

بھئی! آئے ہو تم کھانا کھانے، جب کھانا کھا لیا تو اب گھروں کو جاؤ۔

(۵) حَيَاءُ الحِشْمَةِ:

کسی کے دبدبے کی وجہ سے حیا۔ یہ ایسا ہی ہے کہ سیدنا علی ؓ نبی علیہ السلام سے مسئلہ پوچھنا چاہتے تھے کہ "مذی کی وجہ سے غسل فرض ہوتا ہے یا وضو کرنا پڑتا ہے"۔ لیکن شرم کی وجہ سے پوچھ نہیں پائے تھے اس لیے کہ ان کا رشتہ ہی ایسا تھا، اور ان کو پوچھنے کی ضرورت بھی تھی کیونکہ کثیر المذا تھے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مقداد ؓ سے کہا کہ آپ نبی علیہ السلام کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لیے جائیں۔ جب انہوں نے مسئلہ پوچھا تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس کے خروج پر فقط وضو کرنا ضروری ہوتا ہے۔

(٦) حَيَاءُ الْإِسْتِحقَارِ وَ اسْتِصْغَارِ النَّفْسِ:

کسرِ نفسی کی وجہ سے حیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے انسان اللہ رب العزت سے دعا مانگے، اور دعا مانگتے ہوئے اسے حیا آتی ہے کہ میرے پاس عمل تو ہیں نہیں اور کیا کیا بیٹھا مانگ رہا ہوں۔

(٧) حَيَاءُ المَحَبَّةِ:

محبت کی وجہ سے حیا۔ چنانچہ محبوب جب محبّ کو دیکھتا ہے تو اس کے اندر ایک حیا محسوس ہوتی ہے۔ یہ ایک طبعی چیز ہے۔ اس لیے اس کو جَمَالِ رَائع کہا گیا۔ یعنی ایسا جمال جو دل میں گھر کرنے والا ہو۔ چنانچہ اگر یہ صفت بیوی کے اندر ہو تو خاوند کو اس کا حسن اور زیادہ پسند آتا ہے۔

(٨) حَيَاءُ العَبُودِيَّةِ:

بندگی کی وجہ سے حیا۔ یہ وہ حیا ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے رب کی نافرمانی

نہیں کرسکتا۔ یہ حیا محبت اور خوف کی ملی جلی کیفیت کا نام ہے۔

(۹) حَیَاءُ الشَّرَفِ وَالْعِزَّۃ.

یہ وہ حیا ہے جس میں انسان اللہ رب العزت کے احسانات کی وجہ سے اس کی نافرمانی سے گھبراتا ہے۔

(۱۰) حَیَاءُ الْمَرْءِ مِنْ نَّفْسِہٖ:

انسان کا اپنے آپ سے حیا کرنا کہ وہ تنہائی میں بھی کوئی ایسا کام نہ کرے جو حیا کے خلاف ہو۔

حیا اور امر بالمعروف:

یہ بات ذہن میں رکھیں کہ:

اَلْحَیَاءُ الْحَقِیْقِیُّ لَا یَمْنَعُ مِنَ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّھِیِ عَنِ الْمُنْکَرِ

''حیائے حقیقی امر بالمعرف اور نہی عن المنکر سے نہیں روکتی''

کیا مطلب؟ کہ حیا کے باوجود امر بالمعرف اور نہی عن المنکر میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ تو اللہ رب العزت کا حکم ہے۔ چنانچہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں حیا کی وجہ سے یہ بات کہہ نہ سکا اور اس کام کو روک نہ سکا۔

حیا کیسے پیدا ہو؟

مِمَّ یَتَوَلَّدُ الْحَیَاءُ؟

(کس چیز سے حیا پیدا ہوتی ہے؟)

جنید بغدادی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا:

اَلْحَیَاءُ رُؤْیَۃُ الْاٰلَاءِ وَ رُؤْیَۃُ التَّقْصِیْرِ

''حیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور کرنا اور اپنے گناہوں کو دیکھنا ہے''

فرماتے ہیں کہ ان دو چیزوں کی وجہ سے حیا پیدا ہوتی ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور کرتے چلے جائیں گے اور جتنا اپنے گناہوں پر نظر کرتے چلے جائیں گے، اتنا طبیعت میں اللہ رب العزت کے سامنے حیا بڑھتی چلی جائے گی۔

حیا ہر چیز کی اصل ہے:

ہمارے بزرگوں نے کہا:

اَلْحَیَاءُ اَصْلٌ لِّکُلِّ خَیْرٍ

''حیا ہر خیر کی اصل ہے''

یعنی ہر نیکی، ہر بھلائی اور ہر اچھے کام کی بنیاد حیا پر ہے۔ کیونکہ جو بے حیا انسان ہوتا ہے اسے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی...... نہ اسے چھوٹے بڑے کی تمیز...... نہ ماں باپ کا لحاظ...... ایسا بندہ کسی کی کیا پروا کرتا ہے!؟

قرآن مجید میں حیا کا تذکرہ

قرآن مجید میں بھی ''حیا'' کا تذکرہ کیا گیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو پانی پلایا اور ان کی بیٹیوں نے گھر میں جا کر اپنے والد (حضرت شعیب علیہ السلام) کو بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ ان کی ایک بیٹی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ان کو بلانے کے لیے آئی۔ چونکہ وہ ایک نبی کی بیٹی تھی اور انکی صحبت یافتہ تھی۔ اس لیے وہ اتنے شرم و حیا سے آئی کہ، اللہ رب العزت جو دلوں کے بھید جاننے والے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَاءٍ

''وہ حیا کے ساتھ چلتی ہوئی آ رہی تھی''

وہ کیسی خوش نصیب بچی تھی جس کی حیا کی تعریف اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں بیان فرمادی۔ایسی بیٹی اللہ ہر ایک کو عطا فرمائے۔

شرم وحیا پر علمائے امت کے اقوال

امت کے علما نے حیا کے بارے میں بڑے عجیب معارف بیان کیے ہیں۔مثال کے طور پر:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْن!اِسْتَحْیُوْا مِنَ اللّٰہِ

''اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ سے حیا کرو''

فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

''اللہ کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے''

اِنِّیْ لَاَظَلُّ حِیْنَ اَذْھَبُ الْغَائِطَ فِی الْقَضَاءِ مُتَقَنِّعًا بِثَوْبِیْ اسْتِحْیَاءً مِنْ رَّبِّیْ عَزَّوَجَلَّ

''جب میں قضائے حاجت کے لیے کسی گڑھے میں اترتا ہوں (یعنی خالی جگہ پر کیونکہ لوگ پردے کے لیے نشیبی جگہ دیکھا کرتے تھے تاکہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں) تو جب میں بیٹھنے لگتا ہوں تو میں اپنے کپڑوں میں لپٹ جاتا ہوں، اس لیے کہ مجھے اللہ سے حیا آتی ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ قَلَّ حَيَائُهُ قَلَّ وَرَعَهُ

''جس کے اندر حیا کم ہے اس کے اندر ورع اور تقویٰ کم ہے''

وَ مَنْ قَلَّ وَرْعَهُ مَاتَ قَلْبُهُ

''اور جس کے اندر ورع اور تقویٰ کم ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ لَّا يَسْتَحْيِيْ مِنَ النَّاسِ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ

''جو شخص انسانوں سے حیا نہیں کرتا وہ خدا سے بھی حیا نہیں کرتا''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ:

ایاس بن قرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَذُكِرَعِنْدَهُ الْحَيَاءُ فَقَالُوا: اَلْحَيَاءُ فَقَالَ عُمَر: بَلْ هُوَ الدِّيْنُ كُلُّهُ مِنَ الدِّيْن

'' میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا۔ ان کے سامنے حیا کا تذکرہ ہوا، لوگوں نے کہا: حیا دین میں سے ہے، عمر بن عبدالعزیز نے فوراً فرمایا: نہیں، بلکہ حیا ہی کامل دین ہے''

جو بے حیا ہو اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ:

وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلْاِیْمَانُ عُرْیَانٌ وَ لِبَاسُہُ التَّقْوٰی وَ زِیْنَتُہُ الْحَیَاءُ وَ مَالُہُ الْعِفَّۃُ

''ایمان ننگا ہوتا ہے اور اس کا لباس تقویٰ ہے اور اس کی زینت حیا کے ذریعے ہوتی ہے اور عفت و پاکدامنی اس کا مال ہوتا ہے''

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ:

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خَمْسٌ مِّنْ عَلَامَاتِ الشَّقْوَۃِ

''شقاوت اور بدبختی کی پانچ علامتیں ہوتی ہیں''

یعنی انسان کے دل کی سختی اور اس کی بدبختی کی پانچ نشانیاں ہیں۔

(۱) اَلْقَسْوَۃُ فِی الْقَلْبِ (دل کے اندر سختی)

(۲) وَجُمُوْدُ الْعَیْنِ (آنکھ میں جمود ہو)......کیا مطلب؟ کہ غیر محرم پر پڑے تو بند نہ ہو سکے۔ کھلی کی کھلی رہ جائے۔

(۳) وَ قِلَّۃُ الْحَیَاءِ (حیا میں کمی ہو)

(۴) وَالرَّغْبَۃُ فِی الدُّنْیَا (دنیا کے اندر رغبت ہو)

(۵) وَطُوْلُ الْعَمَلِ (اور لمبی امیدیں باندھنا)

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ:

ذوالنون مصری نے فرمایا:

اَلْحَیَاءُ وُجُوْدُ فِی الْقَلْبِ مَعَ وَحْشَۃِ مَا سَبَقَ مِنْکَ اِلٰی رَبِّکَ

''حیا دل کے اندر اللہ کی ہیبت اور وحشت ہے اس پر جو انسان پہلے کر چکا ہو''

اس لیے کہ: وَالْحُبُّ یُنْطِقُ (محبت بلواتی ہے) وَالْحَیَاءُ یُسْکِتُ (حیا خاموش کرتا ہے) وَالْخَوْفُ یُقْلِقُ (اور خوف دل کو تنگ کرتا ہے) یعنی خوف کی وجہ سے دل گھبراتا ہے۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ:

یحییٰ بن معاذ نے حیا کے بارے میں ایک عجیب بات کہی۔ فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ مُطِيْعاً اِسْتَحيَا اللّٰهُ مِنْهُ وَهُوَ مُذْنِبٌ

''جس بندے نے اللہ سے حیا کی اور اس کی اطاعت کی، اللہ رب العزت اس بندے کو عذاب دینے سے حیا فرماتے ہیں، جب بندہ کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے''

اگر ہم بھی اللہ رب العزت کی فرمانبرداری کریں گے تو اللہ رب العزت کے عذاب سے نجات پانے کے مستحق بن جائیں گے۔

معبد الجہنی رحمۃ اللہ علیہ:

معبد الجہنی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جو یہ فرمایا:

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ

یہاں لباس سے مراد حیا ہے کہ حیا کو تقویٰ کا لباس کہا گیا۔

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ:

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی کو عجیب بات کرتے سنا...... دیہاتی لوگ بعض اوقات بڑی سمجھداری کی باتیں کر جاتے ہیں۔...... کہتے ہیں کہ میں نے اس اعرابی سے سنا:

مَنْ كَسَاهُ الحَيَاءُ ثَوْبَهُ لَمْ يَرَ النَّاسُ عَيْبَهُ

''جس بندے کو حیا کے لباس نے ڈھانپ لیا لوگ اس بندے کے عیب نہیں دیکھ سکتے''

اس لیے کہ حیا کی وجہ سے وہ عیبوں سے بچے گا اور لوگ اس کے عیوب دیکھ ہی

نہیں سکیں گے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ:

سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ

''میں مکارم اخلاق کی تعلیم کے لیے مبعوث ہوا ہوں''

فرماتی ہیں کہ وہ مکارم اخلاق دس ہیں۔ پھر ان کے بارے میں فرمایا:

وَ رَأسُهُنَّ الْحَيَاءُ ''ان دس مکارم اخلاق کا سر حیا ہے''

جیسے سر کے بغیر انسان کی زندگی نہیں ہوتی، اسی طرح حیا کے بغیر انسان کے اندر مکارم اخلاق نہیں ہوتے۔

سلیمان بن عبدالملک ؒ:

سلیمان ؒ فرماتے ہیں...... لَعَلَّهُ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ (ممکن ہے کہ وہ سلیمان بن عبدالملک ہوں)...... فرماتے ہیں۔

اِذَا اَرَدَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ هَلَا كًا نَزَعَ مِنهُ الْحَيَاءُ

''جب اللہ رب العزت کسی بندے کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس میں سے حیا کو نکال دیتے ہیں''

اس بندے میں سے حیا اس طرح نکال دیتے ہیں کہ وہ بے حیا بن جاتا ہے۔ غیر محرم کو دیکھنے میں بھی شرم محسوس نہیں کرتا۔ اس سے بات کرنے میں اس کو شرم محسوس نہیں ہوتی۔ پھر اگر اس کو کوئی سمجھائے تو کہتا ہے: ''ہاں ہاں میں کرتا ہوں، تم کرلو جو کرنا ہے''۔ یہی انسان کی بدنصیبی کی پہچان ہوتی ہے۔ کتنے نوجوان ایسے ہیں جن کو ماں باپ کا ذرا بھی خوف نہیں ہوتا، استاد کا ذرا خوف نہیں ہوتا۔ وہ بظاہر تو بڑے جرأت والے بنتے ہیں، مگر اصل میں یہ ان کے قلب کی موت کی پہچان ہوتی

ہے کہ ان کا دل مر چکا ہے۔

اور آگے فرمایا:

فَإِذَا نَزَعَ الحَيَاءَ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا مَقِيتًا مُمَقَّتَا

''اور جس بندے میں سے حیا نکل جائے گی، اللہ سے اس کی ملاقات اس حالت میں ہوگی کہ اللہ رب العزت اس سے ناراض ہوں گے''

جیسے کوئی کھنچا کھنچا ملتا ہے، ایسے ہی اگر کوئی بے حیا ہوگا تو اللہ رب العزت قیامت کے دن اس سے خوشی سے ملاقات نہیں فرمائیں گے، بلکہ ناراضگی کے ساتھ ملاقات فرمائیں گے۔ اس لیے حیا وہ نعمت ہے جس کو اللہ رب العزت سے مانگنا چاہیے۔

احادیث مبارکہ میں حیا کا تذکرہ

احادیث مبارکہ میں بھی حیا کا بہت تذکرہ ملتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت:

سعید بن زید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ:اَوْصِنِىْ

''ایک بندے نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے نصیحت فرما دیجیے''

قَالَ:اُوْصِيْكَ اَنْ تَسْتَحْيِي مِنَ اللّٰهِ۔ عَزَّ وَ جَلَّ۔ كَمَا تَسْتَحْيِي رَجُلاً مِّنْ صَالِحِيْ قَوْمِكَ

''فرمایا: تم اللہ سے ایسے حیا کرو جیسے اپنی قوم کے کسی نیک بندے سے حیا کرتے ہو''

سبحان اللہ!......کیا ہی پیاری بات نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمائی......کیا

مطلب؟......اگر استاد دیکھ رہا ہوتو شاگرد اس کے سامنے کوئی فحش حرکت کرے گا؟......اگر باپ دیکھ رہا ہوتو کیا کوئی بیٹا اس کے سامنے فحش حرکت کرے گا؟

وہ لحاظ کرے گا۔ بھئی! اگر باپ کا اور استاد کا اتنا لحاظ کرتے ہیں تو ہم اپنے پروردگار کا بھی لحاظ کرلیا کریں۔

حیا سنن المرسلین میں سے ہے:

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ یہ بات ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ

''چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتیں ہیں''

یعنی وہ تمام انبیاء کے اندر وہ خلق پائے گئے۔ ان سب کے اندر یہ صفات موجود تھیں۔

(۱)......اَلْحَیَاءُ...... جتنے انبیاء گزرے سب باحیا تھے۔

(۲)......وَالتَّعَطُّرُ...... سب عطر اور خوشبو کو پسند کرتے تھے۔

(۳)......وَالسِّوَاکُ......سب کے سب مسواک کرتے تھے۔

(۴)......وَالنِّکَاحُ......سب نکاح بھی کرتے تھے۔

کنواری لڑکی کے حیا کا تذکرہ:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

''اِنَّ الْبِکْرَ تَسْتَحْیِی''

کہ جب نکاح کا وقت آتا ہے اور لڑکی سے پوچھتے ہیں کہ کیا تو اس پر راضی ہے کہ فلاں سے تیرا نکاح کردیں، تو کنواری بچی کو تو بڑی حیا آتی ہے۔ چنانچہ زبان سے

اس کا بول کر کہنا، یہ تو بہت مشکل ہے۔تو جواب میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"رِضَاهَا صَمْتُهَا"

اگر وہ بات سن کر خاموش رہے تو اس کی خاموشی اس کی رضامندی کہلاتی ہے۔

حیائے ربانی کا تذکرہ:

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ

"بے شک تمہارا پروردگار بہت حیا والا اور کرم والا ہے"

يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ يَدْعُوْهُ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا لَيْسَ فِيْهِمَا شَيْءٌ

"اس کو اس بات سے حیا آتی ہے کہ اگر کوئی بندہ اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھائے اور اس سے اپنی ضرورت کو مانگے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے"

جب وہ پروردگار اس بات سے حیا فرماتا ہے تو ہمیں بھی اس پروردگار کی نافرمانی کرنے سے حیا آنی چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں: وہ فرماتے ہیں:

اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ شُعْبَةٌ ، وَ الْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ

ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَ الْاِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ"

"حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان بندے کو جنت میں لے کر جاتا ہے"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی باحیا ہوگا اللہ رب العزت اس کو جنت عطا فرما دیں گے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عجیب بات کہی۔ وہ فرماتے ہیں:

اَلْحَیَاءُ وَالْاِیْمَانُ قُرِنَا جَمِیْعاً فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُما رُفِعَ الْاٰخَرُ

''حیا اور ایمان دو ساتھی ہیں' ان میں سے ایک اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا خود بخود چلا جاتا ہے''

اس کا مطلب ہے کہ جو بندہ چاہے کہ اس کا ایمان محفوظ رہے وہ اپنی حیا کو محفوظ کرلے، اللہ رب العزت کی نافرمانی کرنے سے گھبرائے، حقوق اللہ کے اندر کمی بیشی کرنے سے گھبرائے۔

حیاداری کا نتیجہ:

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَیَاءُ لَا یَأْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ

''حیا کا نتیجہ ہمیشہ خیر ہی کی صورت میں نکلتا ہے''

اسی لیے خاوند اپنی بیوی کی تمام غلطیوں کو معاف کرسکتا ہے، لیکن اس کی بے حیائی کو کبھی معاف نہیں کرتا۔

اسی لیے فرمایا:

اِنَّ مِنَ الحَیَاءِ وَقَارًا وَاِنَّ مِنَ الْحَیَاءِ سَکِیْنَةٌ

''حیا کے اندر ایک وقار ہوتا ہے، ایک سکینت ہوتی ہے''

ستر کھولنے کا مسئلہ:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ایک عجیب مسئلہ پوچھا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں اپنا بدن کتنا کھولنے کی اجازت ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ

''تو اپنے بدن کوڈھانپ کے رکھ، سوائے اپنی بیوی کے، یا باندی کے''

پھر وہ ایک اور سوال پوچھتے ہیں:

فَقَال: اَلرَّجُلُ يَكُونُ مَعَ الرَّجُلِ؟

''پوچھا: اگر مرد کسی دوسرے مرد کے سامنے ہوتو پھر جسم کا کتنا حصہ کھولا جا سکتا ہے؟''

قَالَ: اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّا يَرَاهَا اَحَدٌ فَافْعَل

''فرمایا: اگر تو ایسا کر سکے کہ کوئی بھی تیرا جسم کھلا نہ دیکھے تو تو ایسا کر''

کہتے ہیں کہ میں نے پھر پوچھا:

وَالرَّجُلُ يَكُونُ خَالِياً ''اگر بندہ اکیلا ہوتو؟''

یعنی اگر اس کے پاس کوئی بھی نہ ہوتو کیا وہ بندن کھول سکتا ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے ارشادفرمایا:

فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيَا مِنْهُ

''اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے''

دیکھیں! دین اسلام تو حیا کی تعلیم دیتا ہے۔حتیٰ کہ بندہ اکیلا بھی ہوتو اس کو کہا گیا کہ تم اپنے جسم کو چھپاؤ، اِلَّا یہ کہ کوئی شرعی ضرورت ہو۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اظہارِ افسوس:

" عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: كَانَتْ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيْمٍ مِنَ اللَّاتِي وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِلنَّبِيِّ "

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ خولہ بنت حکیم ایسی خاتون تھیں جو نبی

علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں نکاح کے لیے پیش کیا۔

ان کی یہ بات سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ کو بڑی عجیب لگی اور عائشہ صدیقہ ﷞ نے کہا:

"اَمَا تَسْتَحْیِیْ الْمَرْاَۃُ اَنْ تَھَبَ نَفْسَھَا لِلرَّجُلِ"

"کیا عورت کو حیا نہیں آتی کہ وہ اپنے آپ کو مرد کے لیے پیش کر رہی ہے"

فَلَمَّا نَزَلَتْ: ﴿ تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْھُنَّ ﴾

"پھر جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محبوب! جس کو آپ پسند کریں، آپ کے لیے وہ ہم نے جائز فرما دی"

تو پھر میں نے کہا:

یا رسول اللّٰہ! مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلاَّ یُسَارِعُ فِیْ ھَوَاکَ

"اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں نے دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی چاہت کو پورا کرنے میں بڑی جلدی کرتے ہیں"

لپٹ کر مانگنے سے حیا کرنا:

ابو ہریرہ ﷛ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَیْسَ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ تَرُدُّہُ الْاُکْلَۃُ وَ الْاُکْلَتَانِ وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَیْسَ لَہٗ غِنًی وَ یَسْتَحْیِیْ اَنْ یَسْئَالَ النَّاسَ اِلْحَافًا

"مسکین وہ نہیں جسے ایک لقمہ دے دو یا دو لقمے دے دو بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس ہے تو کچھ نہیں، مگر وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگنے سے حیا کرتا ہے"

چنانچہ ایسے بندے کو دینا چاہیے جو لپٹ کر نہ مانگے۔

حیا سے زینت ملتی ہے:

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا شَانَهُ وَلَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا زَانَهُ

"جس چیز کے اندر بھی فحاشی ہوتی ہے اس کے اندر عیب آ جاتا ہے اور جس چیز کے اندر حیا ہوتی ہے اس چیز کو زینت مل جاتی ہے"

حیا اور ایمان کا تلازم:

عبداللہ بن عمر ﷺ فرماتے ہیں:

مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَ هُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ

"ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کہیں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک انصاری اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت فرما رہے تھے"

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ

"تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ، حیا ایمان میں سے ہے"

چنانچہ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اللہ رب العزت سے اس نعمت کو مانگیں، جتنی یہ نعمت ہوگی اتنی ہی نیکی آسان ہو جائے گی اور گناہ کرنا اتنا ہی مشکل ہو جائے گا۔ اس کو ایک پسندیدہ چیز سمجھیں۔ جس کے اندر حیا زیادہ ہو اس پر اللہ کی نعمت کو زیادہ سمجھیں کہ اللہ رب العزت کا اس کے اوپر بڑا کرم ہے۔ یہ صفت مرد میں بھی بہتر ہے اور عورت میں تو بہترین ہے۔ ہمارے جتنے اکابر تھے ان کے اندر یہ صفت کامل ہوا کرتی تھی۔ یہی صفت ان کو حقوق العباد کو ٹھیک رکھنے پر بھی مجبور کرتی تھی۔ وہ کسی کا برا نہیں سوچتے تھے

اور کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے۔

وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا بھی ایسا خیال رکھتے تھے۔لہٰذا وہ جلوت میں بھی گناہ سے بچتے تھے اور خلوت میں بھی گناہ سے بچتے تھے۔آج جلوت میں گناہ سے بچنا نسبتاً آسان ہے۔کیوں؟ اس لیے کہ بندے کو رسوائی کا ڈر ہوتا ہے۔اگر اسے رسوائی کا خوف نہ ہو تو وہ آرام سے گناہ کر لے۔تو معلوم ہوا کہ پھر اللہ رب العزت سے تو حیا کی کمی ہے۔اگر یہ صفت پیدا ہو جائے تو انسان اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ بن جائے۔چنانچہ حیا کرنے والوں سے اللہ کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حیا کا تذکرہ:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مُضْطَجِعًا فِيْ بَيْتِيْ كَاشِفًا عَنْ فَخِذَيْهِ اَوْسَاقَيْهِ فَاسْتَأْذَنَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَذِنَ لَهٗ وَ هُوَعَلٰى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَاَذِنَ لَهٗ وَهُوَ كَذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُثْمَانُ ، فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَسَوّٰى ثِيَابَهٗ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ: دَخَلَ اَبُوبَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهٗ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهٗ وَ لَمْ تُبَالِهٗ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّيْتَ ثِيَابَكَ فَقَالَ: اَلَا اَسْتَحْيِيْ مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ

''نبی علیہ السلام میرے ہاں بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی پنڈلی سے کپڑا تھوڑا سا ہٹا ہوا تھا۔ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی اور نبی علیہ السلام نے ان کو اجازت دے دی اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے اور باتیں فرماتے رہے۔پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی، نبی علیہ السلام نے ان کو بھی آنے کی اجازت دے دی اور خود اسی حالت میں رہے

(یعنی پنڈلی کا کچھ حصہ کھلا رہا)۔ پھر عثمان غنی ﷛ نے آنے کی اجازت مانگی۔ نبی علیہ السلام پہلے تو لیٹے ہوئے تھے، پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ نے کپڑا ٹھیک فرمالیا۔ جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ ﷝ نے سوال پوچھا: ابو بکر ﷛ آئے اور آپ نے وہی حالت اختیار کیے رکھی، پھر حضرت عمر ﷛ آئے اور آپ اسی حالت میں رہے، آپ نے پرواہی نہ کی، پھر جب عثمان ﷛ آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے کپڑے کو ٹھیک فرما لیا۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کیا میں اس بندے سے حیا نہ کروں جس بندے سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں؟''

سبحان اللہ!......کیا ہی صفت ہے!......اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عطا فرمائے (آمین) ......ایسے بندے کا اللہ کے ہاں اتنا اکرام ہے کہ اس صفت پر ملائکہ بھی بندے سے حیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم اللہ رب العزت سے جہاں دنیا جہان کی اور نعمتیں مانگتے ہیں، وہاں یہ نعمت بھی مانگیں کہ اے اللہ! ہمیں یہ حیا والی نعمت عطا فرما دیجیے تا کہ ہم گناہ کرنے سے بچ سکیں۔ انسان کی طبیعت بھی گناہ کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ حیا اسے روک دیتی ہے۔

بڑھاپے میں بھی بے حیائی......!!!

یہ بات بھی ذہن میں رکھیے کہ جب کھیتی پک جائے اور بال سفید ہو جائیں تو ان سفید بالوں کا اللہ تعالیٰ بھی حیا فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس عمر میں پہنچ کر تو ہمیں اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ حیا کرنی چاہیے۔ اے میرے مالک! آپ اگر ان سفید بالوں سے حیا فرماتے ہیں تو آپ ہم سفید بالوں والوں کو بھی حیا عطا فرما دیں تا کہ ہم تیری نافرنی سے بچیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ:

اس بڑھاپے میں بھی بدنظری!

اس بڑھاپے میں بھی فحش کلامی!

اس بڑھاپے میں بھی لایعنی کام!

اگر حیا ہوتی تو انسان کو ان گناہوں سے روک دیتی۔

روزِ محشر شرم وحیا کا عالم

قیامت کے دن جب انسان اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہوگا تو اعمال کی وجہ سے اس کو حیا آئے گی۔ایک حدیث پاک میں اس کا بھی تذکرہ ہے۔ذرا سنیے اور دل کے کانون سے سنیے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی حیا کا تذکرہ:

اس حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔وہ فرماتے ہیں،

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَجْتَمِعُ الْمُؤمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُوْنَ اِسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيَأتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَبُوالنَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهٗ وَ عَلَّمَكَ اَسْمَاءَ كُلِّ شَيْ ءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا، فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ ،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن سارے ایمان والے اکٹھے ہوں گے اور وہ یہ کہیں گے: کوئی ہو جو ہماری اللہ رب العزت کے ہاں شفاعت کرے'' چونکہ اس وقت قیامت کے دن کی گرمی بھی ہوگی، پسینہ بھی ہوگا اور مشکل بھی ہوگی، لہٰذا وہ چاہیں گے کہ کوئی شفاعت کرے اور ہم اس سختی سے بچ جائیں۔ چنانچہ وہ تمنا کریں گے، کاش! کوئی ہوتا جو ہماری سفارش کرتا...... ''چنانچہ سارے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان سے عرض کریں گے: آپ

انسانوں کے باپ ہیں (کیونکہ وہاں سے انسانوں کا سلسلہ آگے چلا) آپ کو اللہ رب العزت نے اپنے مبارک ہاتھوں سے بنایا اور آپ کو ملائکہ نے سجدہ بھی کیا (اللہ رب العزت نے آپ کو اتنا شرف بخشا) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم الاسماء بھی عطا فرمایا، لہٰذا اللہ رب العزت کے سامنے ہماری شفاعت کیجیے۔ حتیٰ کہ ہمیں راحت مل جائے...... سیدنا آدم علیہ السلام فرمائیں گے: ''میں یہ کام نہیں کرسکتا''

جیسے ہم اپنی زبان میں Sorry (معذرت) کہتے ہیں۔ اس لَسْتُ هُنَاكُمْ کا یہی مطلب ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اس وقت معذرت فرمائیں گے۔

وَيَذْكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَحْيِي

''اور وہ تذکرہ کریں گے کہ مجھ سے ایک بھول ہوگئی تھی، پھر وہ حیا محسوس کریں گے''

......وہ بھول یہ ہوئی تھی کہ اللہ رب العزت نے فرمایا تھا کہ اس درخت کا پھل نہیں کھانا اور میں نے کھالیا۔ چنانچہ اب مجھے اللہ رب العزت کا سامنا کرنے سے حیا آتی ہے۔ میں کیسے اللہ کے سامنے جاؤں؟ کیسے اللہ رب العزت کے سامنے یہ بات عرض کروں؟ اللہ اکبر کبیرا!

اِئْتُوْا نُوْحًا فَاِنَّهُ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ

''تم جاؤ! نوح علیہ السلام کے پاس اس لیے کہ وہ پہلے رسول ہیں جن کو احکامِ شریعت دے کر بندوں کی طرف بھیجا گیا''

......سیدنا نوح علیہ السلام سے پہلے جو انبیا تھے وہ نصیحت کی باتیں تو کرتے تھے، لیکن شروع میں کوئی باضابطہ شریعت نہیں تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے وہ نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے باضابطہ ایک شریعت عطا فرمائی اور حلال اور حرام کا فرق سمجھایا۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان سے کہو۔

حضرت نوح علیہ السلام کی حیا کا تذکرہ:

فَيَأْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ

''سارے کے سارے لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے ، پھر نوح علیہ السلام کہیں گے: ''میں بھی معذرت خواہ ہوں''

......اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اللہ رب العزت نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تمہارے اہل کو طوفان کے عذاب سے نجات دے دوں گا۔مگر ان کا بیٹا ان کی آنکھوں کے سامنے ڈوب گیا۔اب باپ جب اپنے بیٹے کو اپنی آنکھوں کے سامنے ڈوبتا دیکھے تو کتنا غم ہوتا ہے۔جبکہ وہ اس کو کہہ بھی رہے تھے يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا ''اے بیٹے! ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ'' مگر وہ سوار نہ ہوا۔ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ۔ والد کی آنکھوں کے سامنے ڈوب گیا۔ایسے منظر کو دیکھ کر جب حضرت نوح علیہ السلام کا دل دکھی ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اے اللہ! اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ ''میرا بیٹا میرے اہل میں سے تھا اور آپ کے وعدے سچے ہیں''۔اللہ اکبر! بس اتنی بات کرنی تھی کہ رب کریم کی طرف سے جواب آیا: اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ''وہ تیرے اہل میں سے نہیں تھا'' اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ''اس کے عمل برے تھے''۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب انسان برائی کا مرتکب ہوتا ہے تو بعض اوقات اپنی نسبت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔سگے بیٹے کے بارے میں فرما دیا کہ وہ تیرا بیٹا تو ہے مگر تیرے اہل میں سے نہیں ، کیوں کہ اس کے عمل اچھے نہیں تھے۔اس کے بعد رب کریم نے ایسی بات ارشاد فرمائی کہ پڑھ کر دل کانپ اٹھتا ہے۔فرمایا: فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ''مجھ سے ایسی بات کا سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں'' اِنِّيْ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں والا کام نہ کریں۔اس بات کا حضرت نوح علیہ السلام کو اتنا صدمہ ہوا کہ

فوراً اللہ سے معافی مانگی کہ اے اللہ! مجھے معاف فرما دیجیے، کیونکہ میں نے ایک ایسی بات کہی جو مجھے نہیں کہنی چاہیے تھی۔ اب اس بات کی وجہ سے بھی ان کو قیامت کے دن حیا ہوگی کہ میں اللہ رب العزت کے سامنے کیسے جاؤں۔ چنانچہ وہ کہہ دیں گے لَسْتُ هُنَاكُمْ ''میں معذرت خواہ ہوں، میں یہ کام نہیں کرسکتا''

فَيَقُوْلُ : اِئْتُوْا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ

حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے'' ''جائیے! ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیا کا تذکرہ:

فَيَأْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ

''چنانچہ سب لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی کہہ دیں گے کہ میں معذرت خواہ ہوں، میں یہ کام نہیں کرسکتا''

کیوں؟ اس لیے کہ ایک بات ایسی ہوئی تھی جس کی وجہ سے انہیں اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہوتے ہوئے حیا محسوس ہوگی۔ قوم نے کہا تھا کہ آؤ، میلے پہ چلتے ہیں تو انہوں نے کہہ دیا تھا: اِنِّیْ سَقِيْمٌ ''میں بیمار ہوں'' واقعی بسا اوقات انسان کی طبیعت کسی کام کے لیے نہیں چاہ رہی ہوتی، اس وقت ایسا لفظ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مگر ان حضرات کے اندر صدق اتنا تھا کہ صرف اس لفظ کے استعمال کر لینے پر ان کو اللہ سے حیا آئی...... چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے

اِئْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَ اَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ

''جائیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس، یہ وہ ہستی ہیں جن کے ساتھ اللہ رب العزت نے کلام فرمایا اور ان کو اللہ رب العزت نے تورات عطا فرمائی''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیا کا تذکرہ:

فَيَأْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ: لَسْتُ هُنَاكُمْ

......سارے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو فرمائیں گے میں معذرت خواہ ہوں، میں یہ کام نہیں کر سکتا''

......کیوں؟

وَ يَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَسْتَحْيِيْ مِنْ رَّبِّهٖ

اور موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ مجھ سے ایک بندہ قتل ہو گیا تھا، اس لیے میں پرودگار کے سامنے جاتے ہوئے حیا محسوس کرتا ہوں

ایک مرتبہ ایسا ہو گیا تھا کہ ان کی قوم کا آدمی کسی سے جھگڑ رہا تھا اور وہ منع کرنا چاہ رہے تھے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسے ہی اس کو ہٹانے کے لیے ہاتھ مارا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوی تھے۔ چنانچہ جیسے ہی انہوں نے ایک پنچ لگایا، اس بندے کا ٹیکنیکل ناک آؤٹ ہو گیا۔ وہ وہیں مر گیا۔ ارادہ نہیں تھا، مگر ایسا ہو گیا۔ اب اس بات کی وجہ سے ان کو اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہونے سے حیا آئے گی۔ لہٰذا وہ کہہ دیں گے کہ میں اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہو کر سفارش نہیں کر سکتا......

فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلَهٗ وَ كَلِمَةَ اللّٰهِ وَ رُوْحَهٗ

''پھر وہ فرمائیں گے جاؤ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس، وہ اللہ کے بندے ہیں، وہ اللہ کے رسول ہیں، وہ کلمۃ اللہ ہیں اور روح اللہ ہیں''

وہ آپ کی شفاعت کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیا کا تذکرہ:

جب سب لوگ اکٹھے ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے:

لَسْتُ هُنَاكُمْ، اِئْتُوْا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

ذَنْبِہٖ وَ مَا تَأَخَّرَ

’’میں معذرت خواہ ہوں، میں یہ کام نہیں کر سکتا جائیے! اللہ کے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، وہ اللہ کے ایسے بندے ہیں جن کی اگلی پچھلی سب خطاؤں کو اللہ نے معاف کر دیا‘‘۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی کا ظہور:

فَيَأْتُوْنِىْ ’’نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سب کے سب لوگ جمع ہو کر میرے پاس آئیں گے۔ فَأَنْطَلِقُ ’’میں چل پڑوں گا‘‘...... سبحان اللہ! اس وقت رحمت للعالمین کی رحمت للعالمینی کا ظہور ہوگا۔ جیسے ہی مخلوق آ کر کہے گی کہ ہماری شفاعت کیجیے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، فَأَنْطَلِقُ ’’میں چل پڑوں گا‘‘

حَتّٰى اَسْتَأْذِنَ عَلٰى رَبِّىْ فَيُؤْذَنَ ۔ فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّىْ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِىْ مَاشَاءَ ثُمَّ يُقَالُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَ سَلْ تُعْطَهْ وَ قُلْ يُسْمَعْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ

’’حتیٰ کہ میں اللہ رب العزت سے اجازت مانگوں گا اور مجھے اجازت دے دی جائے گی۔ پھر جب میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے سجدہ کرنے کی جتنی توفیق دیں گے، میں سجدہ کرتا رہوں گا۔ پھر کہا جائے گا: اے محبوب! اپنا سر اٹھایے اور مانگیے! جو آپ مانگیں گے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ اور آپ کہیے، آپ کی بات کو سنا جائے گا اور آپ شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا‘‘

فَأَرْفَعُ رَأْسِىْ فَأَحْمَدُهٗ بِتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ

’پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا، پھر میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد بیان کروں گا جو اللہ

تعالیٰ مجھے سکھائیں گے''

......ایسی حمد جو نہ پہلے کسی نے بیان کی ہوگی اور نہ اس کے بعد کوئی اللہ کی ایسی حمد بیان کر سکے گا...... ثُمَّ اشْفَعُ ''پھر میں شفاعت کروں گا'' فَیَحُدُّلِیْ حَدًّا پھر اللہ تعالیٰ ایک حد متعین کر دیں گے...... کہ آپ اتنے بندوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں لے جایئے...... فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ''چنانچہ ان لوگوں کو میری شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیا جائے گا'' ثُمَّ اَعُوْدُ اِلَیْهِ ''پھر میں اللہ رب العزت کے سامنے آؤں گا''...... دیکھو! یہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ رب العزت نے جتنا پسند فرمایا اور اجازت دی، اس کے مطابق لوگ جنت میں چلے گئے۔ مگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گاروں اور خطا کاروں کو جہنم میں دیکھ کر آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔ چنانچہ فرمایا: ثُمَّ اَعُوْدُ اِلَیْهِ ''پھر میں اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہو جاؤں گا''...... فَاِذَا رَاَیْتُ رَبِّیْ مِثْلَهُ ثُمَّ اَشْفَعُ پھر وہی سارا معاملہ ہوگا اور میں شفاعت کروں گا......اور اللہ رب العزت میری شفاعت کو قبول کریں گے۔...... فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا ''پھر ایک اور مقدار دیں گے کہ اب اتنے بندوں کو لے جاؤ'' فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ''پھر ان کو بھی جنت میں پہنچا دیا جائے گا'' ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّالِثَةَ ''پھر میں تیسری مرتبہ لوٹ کے آؤں گا'' ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ ''پھر میں چوتھی مرتبہ لوٹ کر آؤں گا''

شفاعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محرومی!!!

فَاَقُوْلُ: مَابَقِیَ فِی النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ وَ وَجَبَ عَلَیْهِ الْخُلُوْدُ

''چوتھی مرتبہ مجھے یہ بتایا جائے گا کہ اب جہنم میں دو قسم کے بندے رہیں گے۔ ایک وہ جسے قرآن روکے گا اور دوسرا وہ جن کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا

ہے''......یعنی اب ایمان والوں میں جہنم میں صرف دو قسم کے بندے رہ گئے ہیں،......کافر، منافق اور مشرک تو جہنم میں رہیں گے ہی سہی، شفاعت کی بات ایمان والوں کے لیے ہو رہی ہے۔تو ان میں سے کون باقی بچ جائے گا؟ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ دو طرح کے لوگ بچ جائیں گے:۔

(۱) اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ ''وہ بندہ جسے قرآن روکے گا'' اللہ! یہ مجھے پڑھا نہیں کرتا تھا۔اس نے یاد تو کیا تھا مگر بھول گیا تھا۔مہینوں گزر جاتے تھے، میں اس کے گھر میں پڑا رہتا تھا۔ یہ اخبار پڑھتا تھا، یہ ٹی وی دیکھتا تھا، یہ دوستوں سے گپیں لگاتا تھا لیکن میری طرف اسکی کوئی توجہ نہیں تھی، اس نے میرا حق ادا نہیں کیا۔جس کو قرآن روکے گا، اس کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ جہنم میں رہ جائے گا۔

آج ہم سوچیں کہ کیا ہم ایک مہینے میں قرآن پاک کی تلاوت کر لیتے ہیں؟ دو مہینے میں کر لیتے ہیں؟ ایک سال میں کم از کم دو مرتبہ قرآن کا پڑھنا، یہ عوام الناس پر قرآن کا حق ہے۔ حافظِ قرآن کے لیے اتنا پڑھنا،......کہ قرآن پاک یاد رہے یہ قرآن کا حق ہے۔اب رمضانی حافظ ذرا سوچیں کہ اللہ کے نبی ﷺ کی شفاعت ہو جائے گی اور گناہ گار جنت میں چلے جائیں گے، مگر قرآن کا حق ادا نہ کرنے والے جہنم میں ہی رہیں گے۔

(۲) وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ ''اور جس کے لیے جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے......کیا مطلب؟......ایمان والا! اور جہنم میں ہمیشہ رہنا ہو گا!......جی ہاں۔کچھ گناہ ایسے ہیں کہ جن گناہوں پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: خَالِدِينَ فِيهَا۔مثال کے طور پر کسی ایمان والے کو قتل کرنا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا

''جو کسی ایمان والے کو ارادتاً قتل کرے گا، اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ ہمیشہ اس میں رہے گا''

مفسرین نے لکھا ہے کہ قاتل کو اتنا لمبا عرصہ جہنم میں رکھیں گے کہ یوں لگے گا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا۔

آج ایمان والے کو قتل کر دینا ایسے نظر آتا ہے جیسے کسی مرغی کو مار دینا۔ سوچیے! کہ اللہ رب العزت کے ہاں ایمان والے کا کتنا مقام ہے! اور یہ اللہ رب العزت کو کتنا ناپسندیدہ عمل ہے کہ ایسا بندہ جو ایمان والوں کو قتل کرتا ہے، اسے نبی علیہ السلام کی شفاعت سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آج کل تو بے گناہ لوگوں کو مار دیا جاتا ہے۔ یہ قرب قیامت کی نشانی ہے کہ ایک آدمی مر رہا ہوگا اور یہ بھی پتہ نہیں ہوگا کہ مجھے کس جرم کی سزا میں مارا جا رہا ہے؟ لوگ گھروں سے چیزیں خریدنے کے لیے بازار جاتے ہیں، وہاں دھماکے ہو جاتے ہیں اور ایمان والے دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ کچھ اللہ کا خوف کیجیے۔ اس لیے کہ یہ وہ عمل ہے کہ اپنے گناہ تو ایک طرف اللہ کے نبی ﷺ کی شفاعت پر بھی ایسے مجرم کو جہنم سے نہیں نکالا جائے گا۔ اگر نبی ﷺ کی شفاعت بھی کام نہ آئی تو پھر سوچیے کہ ہمارا کیا ٹھکانہ ہوگا!!!

اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا طریقہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ

''تم اللہ تعالیٰ سے حیا کرو جیسا کرنے کا حق ہے''

قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّا لَنَسْتَحْيِيْ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ

روایت کرتے ہیں کہ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں، اور ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔

قَالَ: لَيْسَ ذَالِكَ وَ لٰكِنَّ الْاِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ

فرمایا: یوں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا یہ ہے کہ اس سے ایسے حیا کرو جیسا اس سے حیا کرنے کا حق ہے''

سر اور اس کے قریبی اعضا کی حفاظت:

پھر آپ ﷺ نے اس بات کو کھولا کہ اللہ سے حیا کیسے ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اَنْ تَحْفَظَ الرَّأسَ وَمَا وَعٰی

(کہ تو اپنے سر کی حفاظت کرے اور سر کو جن چیزوں نے محفوظ کیا ہوا ہے)

وَعٰـــی کا مطلب ہے کہ حفاظت کرنا۔ یعنی سر کے اردگرد چیزوں نے اسے گھیرا ہوا ہے، ان کی حفاظت کرو۔

(۱)......سوچ کی حفاظت:

اب اس کی ذرا تفصیل سن لیجیے۔ اَن تَحْفَظَ الرَّأسَ سے مراد یہ ہے کہ اپنی سوچ کی، اپنے دماغ کے خیالات اور اپنی فکر کی حفاظت کرو...... کیا معنی؟...... فکر کی گندگی سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ بسا اوقات جب انسان روحانی طور پر مریض بنتا ہے تو فکر بیمار ہو جاتی ہے، سوچ بیمار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ پھر ہر وقت دماغ میں گناہوں کے خیالات رہتے ہیں۔ اٹھتے ہوئے بھی اور بیٹھتے ہوئے بھی، سوتے ہوئے بھی اور جاگتے ہوئے بھی، دماغ میں ہر وقت شہوت بھری ہوتی ہے۔ اس کو فکر کی گندگی کہتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ انسان اللہ رب العزت کے ہاں برگزیدہ انسان نہیں ہے کیونکہ اس کی تو سوچ ہی ناپاک ہے۔ اس کا باطن ناپاک ہے۔ اسے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔

سوچ کی بربادی کے دو اسباب:

دو چیزوں نے انسان کی سوچ کو برباد کر دیا ہے۔ایک مال اور دوسرا جمال۔

(۱)...... مال نے اس طرح کہ انسان کے پاس جتنا مال ہوتا ہے، وہ اسے خرچ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اس سلسلے میں وہ اکثر و بیشتر اپنی ضرورت کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنی خواہش کو دیکھتا ہے۔

یادرکھنا! ضروریات کی ایک حد ہوتی ہے۔جبکہ خواہشات کی کوئی حد نہیں ہوتی۔

☆...... پیدل چلنے والا چاہتا ہے کہ مجھے سائیکل ملے،

☆......سائیکل والا چاہتا ہے کہ مجھے موٹر سائیکل ملے،

☆......موٹر سائیکل والا چاہتا ہے کہ مجھے کار ملے، اور

☆......کار والا چاہتا ہے کہ مجھے ہر سال نیا ماڈل ملے۔

اگر ضرورت کو دیکھتے تو ممکن ہے کہ سائیکل یا موٹر سائیکل سے ہی ضرورت پوری ہو جاتی، یا ایک سادہ سی گاڑی سے ضرورت پوری ہو جاتی۔مگر نہیں، جس کو اللہ جو دیتا ہے وہ اس پر قناعت کرنے کی بجائے ایک قدم اور آگے بڑھاتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس تو یہ گاڑی ہے اور فلاں کے پاس تو فلاں گاڑی ہے۔ان کی سوچ میں ہر وقت یہی چیز ہوتی ہے۔......نتیجہ کیا ہوتا ہے؟......کہ انسان چاہتا ہے کہ میرے پاس اتنا پیسہ ہو کہ میں اپنی تمام خواہشات پوری کرلوں۔وہ سمجھتا ہے کہ پیسہ ملنے میں میری ہر پریشانی کا حل موجود ہے۔یہ اس کی بڑی غلط فہمی ہے۔اس لیے کہ مال جب بھی آتا ہے، اپنے ساتھ وبال بھی لے کے آتا ہے، یہ بھی تو ممکن ہے نا کہ

☆......اللہ تعالیٰ مال تو دے دے مگر اولاد کو نافرمان بنا دے،

☆...... مال تو مل جائے مگر بیوی بدکردار بن جائے،

☆...... مال تو مل جائے مگر حاسدین پیدا ہو جائیں،

☆...... مال تو مل جائے مگر دشمن پیدا ہو جائیں،

☆...... مال تو مل جائے مگر جسم بیمار ہو جائے۔

ایسی صورتوں میں کیا بنے گا؟ مال کیا کرے گا؟ پھر وہی بے سکونی کی زندگی ہو گی۔تو مال مطلوب نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے مقدر میں جو رزق لکھا ہے اس کے بارے میں دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ برکت والا اور عافیت والا رزق عطا فرمائیں۔جب رزق برکت والا اور عافیت والا ہوتا ہے تو وہ سکون والا ہوتا ہے۔وہ جتنا بھی ہوتا ہے بندہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔

(۲)......دوسری چیز جس نے سوچ کو خراب کر رکھا ہے، وہ ''جمال'' ہے۔آنکھ خوب صورت سے خوب صورت چیز کو دیکھنے کے لیے اٹھتی ہے۔

چاہے مکان ہو،

چاہے لباس ہو،

چاہے سواریاں ہوں،

چاہے عورتیں ہوں۔

آج کے زمانے میں اپنی نگاہ کو کنٹرول کرنا ایک مشکل کام ہے۔آپ یہ بات سن کر حیران ہوں گے کہ اسی ایک عمل پر ولایت ملتی ہے۔جو انسان اپنی نظر کو غیر محرم سے بالکل ہٹا لے، اس عمل پر اس کو قلب کا نور مل جاتا ہے۔حدیث مبارکہ اس کی دلیل ہے کہ جو بندہ غیر محرم سے اپنی نگاہوں کو ہٹائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو عبادت میں لذت عطا فرمائے گا اور عبادت میں لذت کا ملنا، یہ ایمان کامل کی دلیل ہے۔اسی پر نسبت ملتی ہے۔ہزاروں لوگ ایسے ہیں جن کے اندر باقی خامیاں کم ہیں اور وہ صرف نگاہ کی بد پرہیزی کی وجہ سے اللہ سے دور ہیں۔اَس گناہ سے بچنے کی بہت ضرورت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کو دیکھنے کا حکم دیا اور دو چیزوں کو نہ دیکھنے کا حکم

دیا۔۔۔۔۔۔دیکھنے کا حکم دیا: اہل اللہ کے چہروں کو۔۔۔۔۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾

اور آگے فرمایا:

﴿وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ﴾ (الکہف: ۲۸)

(اور آپ ان کے چہروں سے نگاہیں مت ہٹائیے)

سبحان اللہ! قرآن مجید میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ والوں کے چہروں سے اپنی نگاہیں بالکل نہ ہٹائیں، دیکھتے ہی رہیں۔

جن دو چیزوں سے منع کیا کہ ان کو مت دیکھو، ان میں سے ایک غیر محرم بھی ہے چنانچہ فرمایا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ (النور: ۳۰)

(آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں)

اور دوسری چیز ''مال و منال'' ہے۔ چنانچہ فرمایا: اے محبوب ﷺ! اپنی نگاہوں کو ان لوگوں کے مال و منال کی طرف دیکھنے سے ہٹا لیجیے۔ تو مال اور جمال کے فتنوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

کفر کی سرگرمیوں کا محور و مرکز:

آج کے دور میں تو کفر نے پورا زور لگا دیا ہے کہ مسلمانوں کے معاشرے میں بے حیائی، فحاشی اور عریانی کو پھیلائے۔ یوں لگتا ہے کہ کفر کی سرگرمیوں کا محور و مرکز ہی یہی ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے شرم و حیا کی صفت کو ختم کر دیا جائے۔ اس لیے اب ہر طرف عریانی ہی عریانی بڑھتی نظر آ رہی ہے۔

☆ کتابیں پڑھو تو ان میں وہی باتیں،

☆ اخبار پڑھو تو ان میں وہی باتیں،

☆ رسائل پڑھو تو ان میں وہی باتیں،

☆ راستے میں چلو تو ایڈورٹائزمنٹ بورڈ پر وہی شکلیں۔

علامہ اقبال نے صحیح بات کہی تھی: ؎

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس

آہ بے چاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

آج جس نوجوان کو دیکھو، اس کے اعصاب پر عورت سوار ہے۔ اسے ہر وقت اسی کا خیال رہتا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے وہی اس کا مسجود...... وہی اس کا معبود...... وہی اس کا مقصود...... اور وہی اس کا محبوب ہے۔ اس کا تعلق سوچ کے ساتھ ہے۔ اگر سوچ پاکیزہ ہوگی تو بھرپور جوانی میں بھی انسان کی سوچ پاک ہوگی اور اگر سوچ بیمار ہوگی تو بڑھاپے میں، جب انسان کچھ کرنے کے قابل بھی نہیں ہوتا، اس کا دماغ اس وقت بھی شہوانی خیالات سے بھرا ہوا ہوگا۔ اس لیے ہم اپنی سوچ کو پاک کریں۔ جب ہوس بھری نظریں اٹھتی ہیں تو انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ ع

ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

ایک سے جان چھڑاتے ہیں تو دوسری تصویر دل میں جم جاتی ہے۔ دوسری سے جان چھڑاتے ہیں تو تیسری جم جاتی ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ بت فقط پتھر کے ہی نہیں ہوتے، تخیل کے بھی ہوتے ہیں۔ ع

بتوں کو توڑ تخیل کے ہوں کہ پتھر کے

انسان ہر وقت انہی کی سوچ میں رہتا ہے۔ حتیٰ کہ نماز کی حالت میں بھی انہی کی سوچ ہوتی ہے: ؎

تَرَكْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا
كَذٰلِكَ يَفْعَلُ رَجُلٌ الرَّشِيْدُ

اگر یوں انسان اپنی سوچ پاک کر لے تو اس کا ولایت کا پہلا قدم طے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جو نوجوان دل میں یہ عہد کرے کہ میں اپنی نگاہ کی حفاظت کروں گا، یہ عاجز اس کو خوش خبری دیتا ہے کہ اللہ رب العزت حدیث مبارکہ کی بنیاد پر، اس نظر کی حفاظت کے بدلے اس کو عبادت کی لذت عطا فرما دے گا۔

بد نیتی سے بچیں:

بعض اوقات مال اور جمال کے فتنے کے علاوہ ضد اور عناد کا فتنہ بھی ہوتا ہے۔ حسد کا فتنہ بھی ہوتا ہے۔ یعنی انسان اپنی سوچ میں دوسروں کے بارے میں بری نیت رکھ لیتا ہے۔ چنانچہ جس کے بارے میں حسد ہوتا ہے اس کے بارے میں ہر وقت سوچتے رہنا، جس سے دشمنی ہے اس کے بارے میں سوچنا اور اس کو نقصان پہنچانے کے لیے کوشش کرنا۔ یہ بد نیتی بھی اللہ کو ناپسند ہے۔ نیت کو ہمیشہ صاف رکھیں۔ حضرت سلطان باہو نے ایک عجیب بات لکھی۔ فرماتے ہیں: ؎

جے ناتیاں دھوتیاں رب ملدا، تے ملدا کمیاں مچھیاں نوں
جے سر منایاں رب ملدا ، تے ملدا بھیڈاں سسیاں نوں
جے ذکر کیتیاں رب ملدا ، تے ملدا کال کڑچھیاں نوں
جے جتیاں ستیاں رب ملدا، تے ملدا داندان کھسیاں نوں

اور اخیر پر فرماتے ہیں:

جے رب ملدا، تے ملدا نیتاں اچھیاں نوں

جس کی نیت اچھی ہو اس کو اللہ ملتا ہے۔

(۲)......نظر کی حفاظت:

دوسری چیز جو سر کے قریب ہے وہ آنکھ ہے۔ انسان غیر محرم کی طرف قطعاً آنکھ نہ اٹھائے۔ حتی کہ ان کا کپڑا بھی نہ دیکھے۔ ان کے برقعے پر بھی نگاہ نہ پڑے کہ وہ کیسا ہے۔ ہمارے اکابر اپنی نگاہوں کی بہت حفاظت کرتے تھے۔ ان کی نگاہیں ہر وقت نیچی رہتی تھیں۔ مثال کے طور پر؛

⊙......عطا بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تم عورتوں کی پشت کی طرف بھی مت دیکھو۔

⊙......حسان بن ابی سنان رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بازار سے کوئی چیز خریدنے کے لیے گئے تو واپسی پر بیوی نے ہنسی مذاق میں کہہ دیا کہ آج آپ بازار گئے، تو آپ نے وہاں کتنی عورتوں کو دیکھا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: واللہ! میں نے بھرے بازار میں اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔

چنانچہ بزرگوں نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ آدمی کو غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنے کا موقع ہو، مگر اللہ کی رضا کے لیے نہ دیکھے تو ہر نظر کے ہٹانے پر اللہ رب العزت جنت میں ایک مرتبہ اسے اپنے چہرے کا دیدار عطا فرمائیں گے۔ یہ کتنا بڑا انعام ہے!

⊙......ہمارے بزرگ تو اس سے بھی ایک قدم آگے گئے۔ غیر محرم کو دیکھنا تو پہلا قدم ہے۔ اس سے آگے قدم یہ ہے کہ ظالم حکمران کے چہرے کو بھی نہیں دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو وقت کا حاکم ملنے کے لیے آیا۔ پہلے تو انہوں نے دروازہ ہی نہ کھولا۔ جب وزیر نے کہا: بادشاہ سلامت آئے ہیں، دروازہ کھولو، تو انہوں نے دروازہ کھولا اور بتی بجھا دی۔ وزیر نے پوچھا: جی! آپ نے بتی کیوں بجھا دی؟ فرمایا: میں اس بندے کے چہرے کو بھی نہیں دیکھنا چاہتا جس نے لوگوں کے حقوق کو پامال کیا ہو۔

◉ ......فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ظالموں کی سواریوں کی طرف بھی مت دیکھو۔

(۳)......سماعت کی حفاظت:

سر کے قریب تیسری چیز کان ہیں، ان کی بھی حفاظت کرنی چاہیے۔ان کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ ہم ان کانوں سے خلاف شرع کوئی بات نہ سنیں۔

◉ غیبت نہ سنیں،
◉ موسیقی نہ سنیں،
◉ گانا نہ سنیں،
◉ لایعنی گفتگو نہ سنیں۔

یعنی جن چیزوں کو سننے سے شریعت نے منع کیا ہے، ان سے اپنے کانوں کی حفاظت کریں۔حتی الوسع پرہیز کریں۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک جگہ بانسری کی آواز سنی تو آپ نے اپنے دونوں کانوں میں فوراً انگلیاں ڈال لیں۔

موسیقی اور اس کی شناعت:

موسیقی اس قدر نقصان دہ چیز ہے کہ آہستہ آہستہ یہ انسان کی باطنی حالت کو تباہ کر دیتی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جس طرح بارش کے برسنے سے زمین کے اندر کھیتی اگ آتی ہے اسی طرح موسیقی کے سننے سے انسان کے دل میں زنا کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔اگر گھروں میں ٹی وی چلیں گے، وی سی آر چلیں گے، مرد بھی موسیقی سنیں گے اور عورتیں بھی موسیقی سنیں گی، تو پھر نتیجہ کیا نکلے گا؟ یقیناً باطنی حالت تباہ ہو جائے گی۔اس سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ جو لوگ موسیقی سے بچیں گے وہ اللہ رب العزت کی طرف سے بڑا انعام پائیں گے۔ایسا

انعام پائیں گے کہ جس سے ان کے دلوں کو راحت ملے گی اور ان کی روح وجد میں آ جائے گی۔

محمد بن المنکدر رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن گانا نہ سننے والوں کو فرشتے اللہ رب العزت کی حمد سنائیں گے۔

(۴)......ناک کی حفاظت:

چوتھی چیز ناک ہے۔ناک کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ ہم کوئی بھی خلاف شرع چیز نہ سونگھیں۔مثال کے طور پر غیر محرم نے جسم پر خوشبو لگائی ...... جو مرد قریب ہو گا......سونگھے گا......کبیرہ گناہ ہے۔اسے شریعت نے منع کیا ہے۔

ہمارے اکابر تو اتنی احتیاط کیا کرتے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ مال غنیمت میں خوشبو آ گئی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بندے سے کہا کہ تقسیم کرو اور خود اپنی ناک کو بند کر لیا۔اس نے کہا: حضرت! خوشبو تو میں تقسیم کر رہا ہوں، آپ نے ناک کیوں بند کر لی؟ فرمایا: خوشبو سے فائدہ اٹھانا اس کا سونگھنا ہی ہے اور میں سونگھنا بھی نہیں چاہتا۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو عورت ایسی خوشبو لگائے جو پھیلنے والی ہو، اور پھر باہر نکلے، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ عورت ''ایسی ویسی'' ہے۔......مقصد تو آپ سمجھ گئے ہوں گے۔

خوشبو بنانے میں کفر کے زہر بھرے اثرات:

آج تو کفر جان بوجھ کر ایسی خوشبوئیں بنا رہا ہے کہ عورت اگر جائے تو پیچھے کئی میٹر تک اس کی خوشبو پھیلتی چلی جائے، تاکہ مرد اس کی طرف کھنچیں۔اور نام بھی ایسے ہی رکھے ہوئے ہیں۔

......ایک خوشبو کا نام پوائزن (Poison)

......ایک خوشبو کا نام پیشن (Passion)

......ایک کا نام کم کلوزر (Come Closer)

عورت کو ایسی خوشبوئیں ہرگز استعمال نہیں کرنی چاہییں جو پھیلنے والی ہوں۔ حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ عورت ایسی خوشبو استعمال کرے جس میں رنگ زیادہ ہو اور خوشبو کم ہو، تاکہ صرف خاوند ہی سونگھ سکے، یا قریب بیٹھنے والی کوئی عورت ہی سونگھ سکے۔

ابوموسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ غیر محرم کے جسم کی خوشبو سونگھنے سے مردار کی بو سونگھ لینا میری نظر میں زیادہ بہتر ہے۔

(۵)......زبان کی حفاظت:

زبان بھی سر کے قریب ہے۔ انسان اس کی بھی حفاظت کرے۔

☆......سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جسم کا ہر عضو اللہ رب العزت سے زبان کی شکایت کرتا ہے: اے اللہ! اس کو ٹھیک رکھنا، یہ اگر ٹھیک رہی تو ہم ٹھیک رہیں گے اور اگر یہ خراب ہوگئی تو ہم خراب ہو جائیں گے۔

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ''اَلْمَرْءُ تَحْتَ لِسَانِہٖ'' (انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے) کہ جب تک بندہ بات نہ کرے، اس وقت تک اس کا پتا نہیں چلتا۔ بس بولے گا تو اپنی حقیقت کھولے گا۔ پتا چل جائے گا کہ جاہل ہے...... عالم ہے...... نیک ہے...... فاسق ہے...... کیا ہے؟ اس کا زبان سے ہی پتہ چلتا ہے۔

☆......حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ زبان کے بارے میں فرماتے تھے:

''جِرْمُہٗ صَغِیْرٌ وَ جُرْمُہٗ کَبِیْرٌ''

''اس کا سائز تو چھوٹا ہے، مگر اس سے جو گناہ ہوتے ہیں وہ بہت بڑے بڑے

ہوتے ہیں''

☆......ابو حیان تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے قدموں کی بجائے اپنی زبان کی حفاظت زیادہ کرے۔

شیطان کا مہلک ترین ہتھیار:

آج کے دور میں شیطان کو اتنا مہلک ہتھیار ملا ہے کہ تاریخِ انسانیت میں اتنا مہلک ہتھیار شیطان کے ہاتھ میں کبھی نہیں آیا تھا۔اس ہتھیار کا نام ''سیل فون'' (موبائل) ہے۔اس کو شروع میں تو اس لیے بنایا گیا تھا کہ اس سے کاروبار میں مدد ملے گی۔کاروبار تو اپنی جگہ...... جو مصیبت اس نے ڈال دی ہے وہ بہت بڑھ کے ہے۔جس کو دیکھو ہاتھ میں سیل فون پکڑا ہوا ہے۔ریڑھی والا بھی......بکریاں چرانے والا بھی......حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ ایک فقیر(بھکاری) نے دو موبائل رکھے ہوئے تھے۔یہ بہت عجیب بات ہے کہ اب اس کا استعمال ٹھیک ہونے کی بجائے،غلط زیادہ ہوتا چلا جارہا ہے۔

عبادات کو بے اثر کرنے کی کفریہ کوشش:

ہم حرمِ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے۔عین نماز کے دوران ایک عربی نوجوان کے سیل فون کی گھنٹی بجی......اس کا دل دھڑکا......اب جب گھنٹی بجتی ہے تو نمازیوں کی نماز تو خراب ہوتی ہے۔ان کی توجہ بٹ جاتی ہے......کفر نے جان بوجھ کر ان میں گانوں کی ٹونز ڈالی ہوئی ہیں......اس خدا کے بندے نے نماز کے دوران جیب میں ہاتھ ڈالا،موبائل نکالا اور منہ کے ساتھ لگا کر کہا،اُصَلِّیْ،اور پھر اس کو جیب میں ڈال لیا......اس کی نماز کدھر گئی!!!؟

بیت اللہ شریف کے دروازے پر لوگ کھڑے رو رہے ہیں،دعائیں مانگ

رہے ہیں۔ اچانک ایک نوجوان کی جیب سے فون بجنا شروع ہوا اور انڈیا کا گانا چلنا شروع ہو گیا۔......آپ اندازہ لگائیے کہ کفر نے ہماری عبادات کو کس طرح بے اثر کرنے کی کوشش کی ہوئی ہے۔

کتنے لوگوں کو دیکھا کہ طواف کر رہے ہیں اور طواف کے دوران اللہ کی طرف رجوع ہی نہیں۔ طواف میں کمنٹری کر رہے ہوتے ہیں۔

......اب ہم مقامِ ابراہیم کے قریب سے گزر رہے ہیں،

......اب حطیم کے پاس سے گزر رہے ہیں،

......اب حجرِ اسود پر استارش ہے۔

طواف کر رہے ہیں اور کمنٹری کسی اور کو سنا رہے ہیں۔ طواف کی حقیقت کدھر گئی؟ اللہ کی ذات سے ہٹ کر توجہ کدھر گئی؟

سیل فون یا ہیل فون:

اکثر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اسی مصیبت میں پھنسی ہوئی ہیں......سیل فون پر باتیں کرنا......سیل فون پر میسجز کرنا...... یہ سیل فون آج کل ہیل فون بن گیا ہے۔ پہلے زمانے میں مرد کو کسی غیر محرم عورت کے ساتھ بات کرنے کے لیے تردد کرنا پڑتا تھا۔ مواقع ڈھونڈنے پڑتے تھے اور وہ مشکل سے ملتے تھے۔ یعنی پہلے گناہ کی نیت کے باوجود گناہ کرنے کے مواقع نہیں ملتے تھے۔ اس سیل فون مصیبت نے گناہ کے یہ مواقع آسان کر دیے ہیں۔ آج کل تو کالجوں کے لڑکے اور لڑکیاں سیل فون خرید کر ایک دوسرے کو دے دیتے ہیں اور ماں باپ کو پتا ہی نہیں ہوتا۔

جب ہمارے پاس آ کر لوگ اپنی پریشانیاں بیان کرتے ہیں اور دعاؤں کے لیے کہتے ہیں تو بتاتے ہیں کہ تین سال سے بچی نے فون رکھا ہوا تھا اور ہمیں پتہ ہی

نہیں تھا......فون بھی لے کر دے دیا......سم بھی دے دی۔ بلکہ کمپنیوں نے ایک مصیبت اور ڈال دی کہ اس کو کارڈ خریدنے کی بھی ضرورت نہیں، چارج بھی ایک طرف سے دوسری طرف چلا جاتا ہے۔ جیسے انسان گھر میں سانپ دیکھے تو پریشان ہو جاتا ہے اور جب تک اسے مار نہ دے یا گھر سے نہ نکال دے، اسے چین نہیں آتا۔ سیل فون کو بچوں کے ہاتھ میں دیکھ کر بندے کی یہی حالت ہونی چاہیے۔

دیکھیں! جو اہل خیر ہیں، وہ گشت کرتے ہوئے دین کی دعوت دینے کے لیے آپ کے دروازے پر آتے ہیں تو دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ پھر آپ کی مرضی ہوتی ہے کہ نکلیں یا نہ نکلیں۔ ان بے چاروں کی وہیں تک حد ہے۔ اور شر کی حد کہاں تک ہے؟ کہ عورت ہے، گھر میں ہے، اکیلی ہے، بستر پر لیٹی ہوئی ہے اور کان سے فون لگا کے باتیں کر رہی ہے۔ اس لیے اس سیل فون کو بہت نقصان دہ سمجھتے ہوئے اپنے پاس رکھیں۔ یقین جانیں کہ قیامت کے دن لاکھوں نہیں کروڑوں انسان ایسے ہوں گے جو اس سیل فون کی وجہ سے جہنم میں پھینکے جائیں گے۔ اس کے ساتھ تو اللہ کے لیے بغض ہونا چاہیے۔ مجبوری کی وجہ سے تو استعمال کرنا ہی پڑتا ہے۔ مگر ہم گھر میں چھری بھی رکھتے ہیں۔ وہ بھی مجبوری کے تحت رکھتے ہیں، لیکن اس کا استعمال ٹھیک ہوتا ہے۔ غلط استعمال سے بچتے ہیں۔ اسی طرح سیل فون رکھنا بھی مجبوری ہے، لہٰذا اس کے بھی غلط استعمال سے بچنا چاہیے۔

پیٹ اور اس کے قریبی اعضا کی حفاظت:

نبی علیہ السلام نے اگلی بات ارشاد فرمائی۔ فرمایا:

وَ الْبَطْنَ وَ مَا حَوٰى

''اور پیٹ کی حفاظت کرو اور جو پیٹ کے ارد گرد ہے''

اکلِ حلال کی تعلیم:

پیٹ کی حفاظت سے کیا مراد ہے؟...... حلال رزق کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ﴾

(المؤمنون:۵۱)

ایک اور مقام پر رب کریم نے ارشاد فرمایا،

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾

یعنی ہمیشہ پاکیزہ چیز کھائیں۔ یہ ذہن میں رکھیں کہ جو لوگ حرام مال کھاتے ہیں، اس سے ان کے بدن کا جو گوشت بنتا ہے اس میں اس وقت تک گدگدی ہوتی رہتی ہے جب تک کہ وہ گناہ نہیں کر لیتا۔ یہ جو ہٹ ہٹ کر گناہ کی خواہش پیدا ہوتی رہتی ہے، اس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ لقمہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ اگر یہی لقمہ پاکیزہ کر لیں، حلال کر لیں، تو اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہوں سے خود ہی محفوظ فرما دیں گے۔ اس لیے ہمارے حضرات نے فرمایا کہ سلوک طے کرنے کے لیے دو چیزیں اہم ہیں۔ ''رزقِ حلال اور صدقِ مقال'' بولو تو سچ بولو اور کھاؤ تو پاکیزہ رزق کھاؤ۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ حرام کھانے والوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

حرام کھانے کی دو ممکنہ صورتیں:

آج حرام دو طریقوں سے ہمارے اندر جاتا ہے۔ اول تو کمائی ٹھیک نہیں ہوتی۔ دھوکا دیا، جھوٹ بولا، ملاوٹ کی، اور اپنی کمائی کو حرام بنالیا۔ اور دوسرا کمائی تو ٹھیک ہے، لیکن اس میں بنک کا سود شامل کر دیا۔ سود پہ پیسے دے دیے۔ اس طرح اس میں حرام شامل ہو گیا۔ کئی مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ اگر حلال مال بھی ہے، لیکن چیزیں

وہاں سے لے کر کھائیں جہاں سے مشتبہ ہوتی ہیں۔آج کل ملٹی نیشنل ریسٹورنٹ کھل گئے ہیں۔وہاں سے لوگ شوق سے کھانے کھاتے ہیں۔کہتے ہیں: جی! ہم نے فلاں جگہ سے چپس کھانی ہے اور فلاں جگہ سے فش کھانی ہے۔بھئی! یہ بھی تو دیکھا کریں کہ وہاں بنانے والے کون ہیں؟ کیا وہ حلال حرام کا خیال رکھنے والے ہیں؟ اگر اس کا خیال نہیں رکھا گیا تو گویا حلال پیسے دے کر ہم نے حرام چیز کھالی۔

لقمہء حلال کا اتنا اہتمام:

ہمارے اکابر لقمہء حلال کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔مثال کے طور پر:

⊙......ایک بزرگ تھے ننھے میاں۔انہوں نے دارالعلوم دیوبند کا سنگِ بنیاد رکھا۔ سنگِ بنیاد کے موقع پر مولانا نانوتوی ؒ نے اعلان فرمایا کہ ''میں دارالعلوم کا سنگِ بنیاد ایک ایسی شخصیت سے رکھواؤں گا کہ جس نے اپنی زندگی میں ارادے سے کبیرہ گناہ کبھی نہیں کیا'' انبیا معصوم ہوتے ہیں اور اولیا محفوظ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی کبائر سے حفاظت فرماتے ہیں...... چنانچہ اس اعلان کے بعد ننھے میاں نے دارالعلوم دیوبند کی پہلی اینٹ رکھی۔پھر اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کو ایسی قبولیت دی کہ آج اس کا فیض پورے عالم میں پھیل چکا ہے۔

یہ ننھے میاں گھاس کاٹتے تھے۔روزانہ چند پیسے بچا لیتے تھے اور سال کے اخیر پر اتنے پیسے جمع ہو جاتے تھے کہ ان سے دارالعلوم کے اساتذہ کی ایک وقت کے کھانے کی دعوت کرتے تھے۔اساتذہ فرماتے ہیں کہ ہم سارا سال ان کی دعوت کے منتظر رہتے تھے، کیونکہ جس دن دعوت کھا کے آتے تھے اس دن سے لے کر چالیس دنوں تک ہماری نمازوں کی کیفیت میں یکسوئی ہوا کرتی تھی۔ایسا لقمہ حلال ہوتا تھا۔اس لیے جو آدمی لقمہء حلال کا خیال نہ کرے وہ لمحوں میں اپنی برسوں کی عبادت ضائع کر لیتا ہے۔

⊙ ......ایک عورت آٹا گوندھ رہی تھی۔ آٹا گوندھتے ہوئے اسے اپنے خاوند کی وفات کی اطلاع ملی تو اس نے آٹا گوندھنا بند کر دیا، اس لیے کہ اس آٹے میں ورثا کا حق شامل ہو گیا ہے۔

شرم گاہ کی حفاظت:

یہاں تک تو پیٹ کی حفاظت کی بات ہوئی۔ اب اس کے ارد گرد کی حفاظت سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد انسان کی شرم گاہ ہے۔ انسان اس کی حفاظت کرے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ ''جو شخص مجھے دو چیزوں کے صحیح استعمال کی ضمانت دے دے ''مَا بَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ (جو چیز دو جبڑوں کے درمیان ہے اور جو چیز دو رانوں کے درمیان ہے)، فرمایا کہ جو بندہ ان دو چیزوں کے صحیح استعمال کی ضمانت دے دے میں اس شخص کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''دو کھوکھلی چیزوں نے انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیا ہے''۔ پوچھا گیا: کون سی چیزیں؟ فرمانے لگے: ''ایک پیٹ اور ایک شرم گاہ''......ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ شرک کے بعد شریعت میں سب سے بڑا گناہ زنا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ زنا سے، اغلام سے اور خود لذتی کے گناہوں سے بچتا رہے، کیوں کہ یہ کبیرہ گناہ ہیں۔

لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی:

اگر چند لمحوں کی لذت کی خاطر انسان صدیوں کے عذاب میں اپنے آپ کو ڈال دے تو یہ کہاں کی عقلمندی ہے! آج تو نوجوان کسی عورت کی شکل اپنے دماغ میں ایسے نقش کر لیتے ہیں کہ بس اسی کے پیچھے اپنی زندگی کو برباد کر بیٹھتے ہیں۔ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے: پیشاب کے لوٹے کی خاطر اپنے رب کو ناراض کر لینا، یہ کہاں کی

عقلمندی ہے۔ حقیقت دیکھیں تو یہی ہے!؟

ہاتھ کا صحیح استعمال:

ہاتھ کا استعمال بھی ٹھیک کرنا چاہیے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ تم اپنے ہاتھ کو صرف بھلائی کی طرف بڑھاؤ۔ چنانچہ ہم اپنے ہاتھ سے اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اس کی جان، اس کی عزت اور اس کا مال، یہ تین چیزیں ہمارے ہاتھوں سے محفوظ ہوں۔

پاؤں کا صحیح استعمال:

پاؤں کا بھی صحیح استعمال ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ انسان کا اٹھنے والا ہر قدم اللہ رب العزت کے ہاں لکھا جاتا ہے۔ تو ہمیشہ خیر کی جگہوں کی طرف چل کر جایا کریں، شر کی طرف چل کے نہ جایا کریں۔ سینما دیکھنے جانا، یا گناہ کی غرض سے ملاقات کرنے کے لیے چل کر جانا، یہ پاؤں کا غلط استعمال ہے۔ شریعت نے تین مقاصد کے لیے چل کے جانے کی اجازت دی ہے:

- ......حلال کمائی کے لیے جائے۔
- ......تعلیم وتعلم، دین کی دعوت کے لیے چل کر جائے۔
- ......حلال تفریح کے لیے جائے۔

اس کے سوا انسان کو چل کے نہیں جانا چاہیے۔

سرکش لوگوں کی محفل میں بھی چل کر جانے سے منع فرمایا گیا۔ اس سے مراد ایسی محفل ہے جہاں گناہ ہوتا ہے، اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ نوجوان اگر یہ سوچے کہ میں تو صرف جا کر دیکھتا ہوں، میں خود کچھ نہیں کرتا، تو نہیں، یہ بات غلط ہے، آج اگر تم کچھ نہیں کرو گے تو کل ضرور کچھ نہ کچھ کرو گے۔ تہمت کے مواقع سے ہر ممکن بچنا

چاہیے۔ چنانچہ ہمارے اکابر پاؤں کے استعمال میں نہایت محتاط ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر،

⊙......حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا، وہ نابینا تھا۔ اسے کسی سے قرض کی رقم واپس لینی تھی۔ اس نے کسی سے کہا ہوا تھا کہ کسی دن مجھے پکڑ کے لے جانا، معذور ہوں اور محتاج ہوں، خود تو کہیں جا نہیں سکتا، البتہ تمہارے ساتھ جا کر میں خود اس بندے سے قرض کی رقم مانگوں گا۔ چنانچہ جب وہ نابینا اس کے ساتھ چل کے تین میل کا سفر کر کے اس بندے کے گھر کے قریب پہنچا تو گلی میں داخل ہوتے ہوئے اس نے ڈھول کی آواز سنی۔ ڈھول کی آواز سنتے ہی وہ وہیں رک گیا۔ اس نے دوسرے بندے سے پوچھا: یہ ڈھول کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جس گھر سے آپ نے قرضہ مانگنے جانا ہے اس گھر سے دو چار مکان آگے کوئی شادی ہے اور وہ لوگ ڈھول بجا رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ بس مجھے یہیں سے واپس لے جاؤ۔ اس نے کہا: آپ نے تو اپنا قرضہ مانگنے جانا ہے، آپ کو ان سے کیا؟۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو قرضہ مانگنے جاؤں گا، لیکن مجھے ڈھول کے قریب دیکھ کر تو ہر شخص یہی کہے گا کہ قریشی کا مرید تھا اور ڈھول کی تھاپ پر کھڑا ناچ کر رہا تھا۔ یہ حیا ہوتی ہے کہ انسان ایسے موقع سے ہی بچے۔

⊙......عبدالمالک بن مردان نے کہا کہ میں ایسی جگہ کبھی نہیں گیا، جہاں جانے سے قرآن مجید کی بے حرمتی ہو۔

⊙......عروہ بن زبیر ﷛ نے پاؤں پر زخم ہو گیا۔ اس کی وجہ سے جب ان کا پاؤں کاٹا جانے لگا تو وہ بڑے پرسکون تھے۔ کسی نے پوچھا: حضرت! آپ کا پاؤں کاٹا جا رہا ہے اور آپ بڑے پرسکون نظر آ رہے ہیں؟ فرمانے لگے: میرا دل اس لیے مطمئن ہے کہ میں نے اس پاؤں کو کبھی اللہ کی نافرمانی کے لیے استعمال نہیں کیا۔ ہمیں چاہیے کہ

ہم بھی اپنے پاؤں خیر کے کاموں کے لیے استعمال کریں اور گناہوں سے بچیں۔

موت اور اس کے متعلقات کی یاد:

نبی علیہ السلام نے تیسری بات یہ ارشاد فرمائی۔

وَ لْتَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبَلٰى

کہ انسان موت کو یاد کرے اور اپنی موت کے وقت سکرات اور اس کے بعد محشر کی بلا کو بھی یاد کرے۔ یہ گناہوں سے بچنے کا واقعی ایک بہت ہی اچھا نسخہ ہے کہ انسان اپنی آخرت کو یاد رکھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: اے دوست! کیا معلوم کہ بازار میں وہ کپڑا پہنچ چکا ہو جس سے تیرا کفن بننا ہے!؟ ایک اور بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ ''موت برحق ہے مگر کفن ملنے میں شک ہے''۔ کیا پتہ کس حال میں موت آئے؟ اس لیے زندگی میں انسان موت کی تیاری کر لے۔ كَمَا تَعِيْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ (تم جس حال میں زندگی گزارو گے تمہیں اسی حال میں موت آئے گی) جس کی زندگی محمود اس کی موت بھی محمود اور جس کی زندگی مذموم اس کی موت بھی مذموم۔

ایک لاوارث لاش کے کیس کی حقیقت:

ایک مرتبہ اخبار میں ایک خبر پڑھی کہ سرگودھا کے علاقے کا ایک آدمی تھا۔ اسے دشمنوں نے قتل کر کے نہر میں ڈال دیا۔ کئی دنوں بعد جب اس کی لاش نکالی گئی تو قریبی بستی والوں نے اسے لاوارث سمجھ کر دفن کر دیا۔ اس کے لیے مسجد میں اعلان ہوا کہ لاوارث لاش ہے، اس کے لیے کفن خریدنا ہے، چندہ لاؤ۔ کوئی روپیہ لایا، کوئی دو لایا، کوئی پانچ لایا۔ آدھے گھنٹے تک اعلان ہوتا رہا تب جا کر کفن کے پیسے پورے ہوئے اور اسے کفن دے کر دفنایا گیا۔

کچھ دنوں بعد جب کیس کی حقیقت کھلی تو پتا چلا کہ وہ اپنے علاقے کا بڑا زمیندار آدمی تھا، اس کے چار جوان العمر بیٹے تھے۔ بارہ مربعے میں اس کے باغات تھے اور کروڑوں روپے اس کے بنک اکاؤنٹ میں تھے۔ اس بندے نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ میں جب مروں گا تو میرے کفن کے چندے کے لیے آدھا گھنٹہ اعلان ہوتا رہے گا۔ وارث شاہ نے کہا۔

وارث! مان نہ کریں وارثاں دا
رب بے وارث کر ماردا ای

اللہ تعالیٰ لاوارث کر کے مار دیتے ہیں۔ یہ محل، یہ کاریں، یہ بہاریں، ہمیشہ ساتھ نہیں رہیں گی۔ بالآخر چھوڑ کے جانا ہے۔ اس لیے حضرت مجذوب کے اشعار پڑھتے رہنا چاہیے، تاکہ گناہوں کی رغبت ہی نہ رہے:

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

جب انسان اپنی موت کے بارے میں سوچے تو پھر یہ شہوت کے جو چناب چڑھتے ہیں، خود بخود ہی اتر جائیں گے۔ انسان کی عقل ٹھکانے میں آجائے گی۔

ترکِ لذاتِ دنیا:

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ نے چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی:

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا

''اور جو آخرت کا ارادہ کرے وہ دنیا کی زینت ترک کر دے''

دنیا میں انسان ضروریات کو پورا کرے اور خواہشات کو آخرت پر چھوڑ دے۔ ضروریات کی حد ہوتی ہے اور وہ پوری ہو سکتی ہیں، جبکہ خواہشات کی کوئی حد نہیں، وہ کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔ پھر جب خواہشات پوری نہیں ہو سکتیں تو یوں کہتے

پھرتے ہیں:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں مگر پھر بھی کم نکلے

ترکِ دنیا کا مطلب یہ ہے ترکِ لذاتِ دنیا یعنی دنیا کی لذتوں کو ترک کر دینا۔ چنانچہ ہمارے کتنے اکابر ایسے گزرے ہیں کہ اللہ نے ان کو ظاہری دنیا کا بڑا مال و منال عطا کیا تھا، مگر ان کے دل میں دنیا کی محبت نہیں تھی۔ باوجود اس کے کہ وہ دنیا میں نرم بستروں پر سوتے تھے، وہ اللہ کے اولیا میں شامل تھے۔

دنیا طلبی کی مذمت:

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّنْیَا جِیفَۃٌ وَطَالِبُوْھَا کِلَاب

''دنیا مردار ہے اور اس کو طلب کرنے والے کتے ہیں''

واقعی ایسا ہی ہے کہ مردار کو کھانے کے لیے کئی کتے جمع ہوتے ہیں، مگر ایک دوسرے کو قریب نہیں آنے دیتا۔ ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ میں اکیلا کھاؤں۔ اسی طرح ایک کاروبار میں کئی بندے شریک ہوتے ہیں، مگر ان میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ میں اکیلا کھاؤں گا۔

ترکِ گناہ کی تین وجوہات:

◉......ایک یہ کہ میں نیک اعمال کروں اور نیکی پر اللہ سے اجر پاؤں۔ یہ بھی بہت اچھی نیت ہے۔

◉......دوسرا یہ کہ انسان گناہوں سے اس لیے بچتا ہے کہ قیامت کے دن مجھے جہنم کی آگ میں نہ جلنا پڑے، سزا نہ ملے۔ یہ بھی بالکل صحیح نیت ہے۔

⊙......تیسرا یہ کہ انسان اپنے محسن کی نافرمانی اس کے سامنے کرتے ہوئے شرماتا ہے۔اس کو حیا کہتے ہیں۔جیسے:

☆ بیٹا باپ کے سامنے اونچا بولنے سے شرماتا ہے۔نافرمانی کی بات نہیں کرتا، اسے حیا آتی ہے۔

☆ شاگرد اپنے استاد کے سامنے بدتمیزی کرنے سے شرماتا ہے، کیوں؟......حیا ہوتی ہے۔

☆ بیوی اپنے خاوند کے سامنے کوئی بھی نافرمانی کی بات کرنے سے گھبراتی ہے......حیا ہوتی ہے۔

اس کو شریعت نے حیا کہا ہے کہ اپنے محسن کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی نافرمانی نہ کرنا۔اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ

''اللہ سے ایسے حیا کرو جیسے حیا کرنے کا حق ہے''

وہ کیا ہے؟......کہ ہم اللہ رب العزت کے سامنے قیامت کے دن پیشی کی وجہ سے گناہ کرنے سے کتراتے رہیں اور گھبراتے رہیں۔سوچیں کہ ہم اللہ رب العزت کو کیا چہرہ دکھائیں گے؟ اللہ رب العزت کے سامنے کیسے پیش ہوں گے؟ حیا والی نعمت ایک عجیب نعمت ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیے: اے اللہ! ہمیں حیا والی نعمت عطا فرما۔اسی حیا والی نعمت پر انسان کو ولایت کا نور ملتا ہے۔اس کو اپنے اندر پیدا کیجیے۔

بند نامہء اعمال کیوں؟

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہوگا۔اس کے ہاتھ میں بند نامہء اعمال دیا جائے گا۔وہ اس کو دیکھ کر حیران ہوگا کہ میرا نامہء اعمال بند کیوں ہے، کھلا کیوں نہیں کہ لوگ اسے دیکھیں؟ اللہ

تعالیٰ فرمائیں گے، اے میرے بندے! تو دنیا میں مجھ سے حیا کرتا تھا، آج تیرے نامہء اعمال کو کھول کر گناہوں کو دیکھنے سے مجھے حیا آتی ہے۔

نبیء رحمت ﷺ سے حیا:

نبی علیہ السلام سے بھی حیا..... کہ قیامت کے دن ہم اپنے آقا ﷺ کو کیا چہرہ دکھائیں گے؟ شاعر نے ایک عجیب بات کہی:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر

''اے اللہ! آپ دو عالم سے غنی ہیں اور میں فقیر ہوں''

روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

(اے اللہ! قیامت کے دن میرے عذروں کو قبول فرما لیجیے گا)

گر تو می بینی حسابم ناگزیر

(اگر آپ فیصلہ کر لیں کہ قیامت کے دن آپ نے میرا حساب لازمی لینا ہے)

از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

(اے اللہ! مصطفیٰ کریم کی نگاہوں سے میرا حساب اوجھل لینا)

کہ مجھے شرم آئے گی کہ، میرے آقا ﷺ کیا کہیں گے کہ یہ میرا کیسا امتی تھا!؟

اکابر سے حیا:

اپنے اکابر سے بھی حیا..... جنہوں نے ہم پر اعتماد کیا، دین کے کام پر لگایا، اگر وہ قیامت کے دن دیکھیں گے کہ ہم دنیا میں ارادے کے ساتھ گناہ کرتے پھرے تو پھر ان کو کیا چہرہ دکھائیں گے!۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اگر قیامت کے دن اللہ رب العزت بندے کو یہ چوائس دیں کہ میرے بندے! تیرا نامہ اعمال ہم تیرے بڑوں کو دکھاتے

ہیں، یا پھر تم جہنم میں جاؤ، تم اپنے لیے راستہ خود منتخب کرلو، تو

- بیوی کہے گی کہ میرے خاوند کے سامنے میرا نامہ اعمال نہ کھولنا۔
- شاگرد کہے گا، میرے استاد کے سامنے نہ کھولنا۔
- مرید کہے گا، میرے پیر کے سامنے نہ کھولنا۔
- ماں کہے گی، میری اولاد کے سامنے میری حقیقت نہ کھولنا۔

ہم اپنا نامہ اعمال اپنے بڑوں کے سامنے کھلنے سے اتنا گھبرائیں گے کہ شاید اس وقت ہم جہنم میں جانا پسند کرلیں۔

اللہ رب العزت ہمیں حیائے کاملہ عطا فرمائے تاکہ ہم گناہوں سے بچیں اور اس صفت کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ کے محبوب ﷺ کی شفاعت پانے والوں میں شامل ہو جائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ